ماشاءاللہ

تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہدِ سلف میں

از

مؤرخ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں
عہدِ سلف میں

جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے شاندار ماضی میں دین کی تبلیغ و تعلیم کے لیے ہر ممکن کوشش کی، مسجدیں، راستے، مکانات، بازار کہیں بھی ہوں، مسلمان مبلغ اور معلم بنے رہے، دنیا کے کاروبار نے انھیں دین سے غافل نہیں کیا۔

از

مؤرخ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب
مبارک پوریؒ

ناشر فرید بک ڈپو
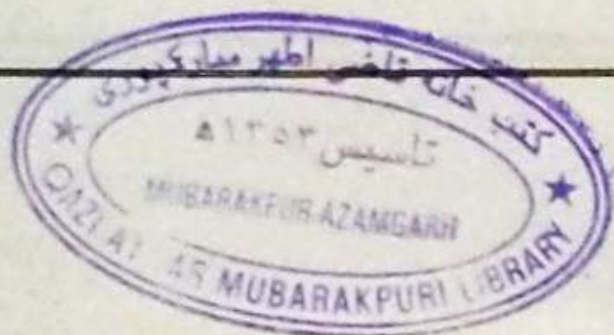
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب .... تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں
تصنیف .... مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ
کتابت .... محمد صادق مبارک پوری
تصحیح .... مولانا عبدالوافی صاحب مبارک پوری
صفحات ١٣٠
سن طباعت .... جمادی الاولیٰ ١٤٢٦ھ جون ٢٠٠٥ء
قیمت ٣٥
ناشر .... **فرید بکڈپو (پرائیوٹ) لمٹیڈ**
FRID BOOK DEPOT (Pvt.)Ltd.
NEW DELHI-110002

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار تشکر و امتنان

الحمد لله رب العالمين الذي أنزل القرآن و علم بالقلم و علّم الانسان مالم يعلم و صلى الله على سيد الأنبياء و المرسلين على آله و أصحابه أجمعين. اما بعد

مؤرخ اسلام حضرت والد ماجد مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری علیہ الرحمہ کی تصنیف "تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں" پہلی بار ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں طباعت واشاعت کی خدمت دائرۃ المصنفین مبارک پور اعظم گڈھ کے حصہ میں آئی تھی، جو ماہنامہ "البلاغ" بمبئی میں شائع مضامین کی کتابی شکل ہے۔

وحی الٰہی کی ابتدا قرأت اور علم وقلم کے ذکر سے ہوئی، رسول اللہ معلم الکتاب والحکمۃ بن کر مبعوث ہوئے، قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے کی اہمیت بیان کی، عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمانوں میں تعلیم وتعلم کا مربوط نظام قائم اور جاری ہے۔

زیر نظر کتاب والد ماجد رحمہ اللہ کے سلسلہ تصانیف کی ایک سنہری کڑی ہے، جو عہد سلف میں تعلیم کا نمونہ پیش کرتی ہے، کتاب کے شروع میں والد ماجد کی مختصر سوانح کا اضافہ کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں حسن قبول کے ساتھ علمی ودینی حلقوں میں قبول فرمائے، اور استفادہ کی توفیق دے، اور موجودہ میں دور دینی وعلمی درس گاہوں کو خیر وبرکت سے نوازے اور مصنف کو اس کاوش کے بدلے جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

طالب دعا

قاضی سلمان مبارک پوری

حجازی منزل مبارک پور

۲۱ ر ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق یکم مئی ۲۰۰۵

تعارف

نجم منور

از: مولانا محمد عثمان صاحب معروفیؒ

مورخِ اسلام الحاج مولانا عبد الحفیظ صاحب قاضی اطہر مبارک پوری، محلّہ حیدرآباد، قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ میں ۴؍رجب ۱۳۳۴ھ ۷؍مئی ۱۹۱۶ء، بروز یکشنبہ صبح پانچ بجے پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا مولانا احمد حسین رسول پوریؒ متوفی ۱۳۵۹ھ نے عبد الحفیظ نام رکھا۔ مگر قاضی اطہر سے مشہور ہوئے، اطہرؔ آپ کا تخلص ہے، جوانی میں کچھ دنوں خوب شاعری کی، برجستہ اشعار کہتے تھے، پھر شاعری چھوڑ دی، قاضی اس لیے کہے جاتے ہیں کہ آپ کے خاندان میں ایک عرصہ تک نیابتِ قضا کا عہدہ قائم رہا۔

خاندان

قاضی اطہر بن الحاج الشیخ محمد حسن متوفی ۱۳۹۸ھ ابن الحاج الشیخ لعل محمد بن الشیخ محمد رجب بن الشیخ محمد رضا بن الشیخ امام بخش بن الشیخ علی الشہید۔ شیخ علی کے اوپر کا حال نہیں ملتا، البتہ شیخ محمد رجب سے شیخ علی شہید تک چار پشت نائب قاضی ہونے کا ثبوت موجود ہے، ان نائب قاضیوں کا ایک ایک حلقہ متعین ہوتا تھا، اپنے اپنے حلقہ میں اقامت و امامتِ جمعہ و عیدین، پیش آمدہ وقتی مسائل، نکاح، طلاق، وراثت، اختلاف

بین المسلمین کے قضایا وغیرہ کی انجام دہی نائب قاضیوں کے ذمہ ہوتی تھی، نائب قاضیوں کو سندیں اور احکامات قاضی القضاۃ کی طرف سے بھیجے جاتے تھے۔

دار القضاۃ

انگریزوں کے آخری دور میں محکمۂ قضا ایک اعزازی محکمہ تھا، اس اطراف میں محمد آباد گوہنہ دار القضاء تھا، یہاں کے قاضی القضاۃ قاضی محمد سلیم بن محمد عطا جعفری مچھلی شہریؒ متوفی ۱۲۶۶ھ، ربیع الآخر ۱۲۵۰ھ سے سولہ برس تک قاضی رہے، اعظم گڈھ مسجد دلال گھاٹ کے سامنے احاطہ میں ان کی قبر ہے، قاضی محمد سلیم سے پہلے قاضی محمد رؤف اور ان کے بعد قاضی محمد شاہ عالم محمد آباد گوہنہ کے قاضی رہے۔ ان تینوں قاضیوں کا زمانہ قاضی اطہر صاحب کے جدِ اعلیٰ شیخ امام بخش کو ملا، اور تینوں کی سندِ قضاء ان کو ملی، راقم الحروف نے قاضی محمد سلیم اور قاضی شاہ عالم کی سندیں قاضی اطہر صاحب کے مکان پر دیکھی ہیں، اسی طرح مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ بھی اپنے حلقہ میں قاضی محمد سلیم کے نائب قاضی تھے، قاضی سلیم کی ایک تحریر بنام مولانا محمد طاہر نائب القاضی ۷؍ربیع الآخر ۱۲۵۸ھ کی آپ کے خاندان میں محفوظ ہے، شیخ امام بخش نائب القاضی کا مکان راجہ مبارک شاہ کی مسجد سے متصل تھا، اس جامع مسجد کے امام بھی آپ ہی تھے۔

قصبہ مبارک پور

اس قصبہ کا نام پہلے قاسم آباد تھا، راجہ سید حامد شاہ مانک پوری، شیخ حسام الدین

مانک پوری متوفی ۸۵۳ھ کے خلیفہ تھے اور شاہان شرقیہ کے دور میں جون پور آکر رہنے لگے تھے، انھیں کی اولاد میں راجہ مبارک شاہ بن راجہ سید احمد شاہ بن راجہ سید نور شاہ بن راجہ سید حامد شاہ مانک پوریؒ دسویں صدی ہجری شہنشاہ ہمایوں کے دور ۹۳۷ھ تا ۹۶۳ھ میں یہاں آکر قاسم آباد کے کھنڈروں پر اپنے نام سے مبارک پور قصبہ کی نئی تعمیر کی، اپنے ہمراہ کڑا مانک پور سے ایک علمی، دینی اور روحانی خانوادہ کو لاکر مبارک پور میں بسایا، جو قصبہ اور اطراف میں دینی امور کا مقتدا و متولی بنا، اور نیابت قضاء کے منصب پر نسلاً بعد نسل فائز رہا، اسی علمی خانوادہ کے ایک روشن چراغ قاضی اطہر صاحب مبارک پوری تھے، اس خانوادہ کو راجہ مبارک شاہ اپنا جانشیں مقرر کر کے کڑا مانک پور چلے گئے، وہیں ۴ر شوال ۹۶۵ھ میں فوت ہوئے۔

(تذکرہ علمائے مبارک پور ماہنامہ البلاغ بمبئی شوال ۱۳۸۸ھ)

ننہال

قاضی جی کی والدہ کا نام حمیدہ بنت مولانا احمد حسین رسول پوریؒ ہے، بڑی پابند صوم و صلاۃ تھیں، محلہ کے بچوں کو پڑھاتی تھیں، بچوں کو دینی کتابیں پڑھ کر سناتیں۔

قاضی جی کا دینی مزاج بنانے میں ان کو بڑا دخل تھا، ۱۳۵۲ھ میں فوت ہوئیں، جب قاضی جی اٹھارہ برس کے تھے، آپ کی اسی سالہ نانی رحیمہ بنت حافظ نظام الدین سریانویؒ بڑی عابدہ، زاہدہ، پابند اوراد و وظائف، پچاس برس تک اپنے مکان کو لوجہ اللہ

مدرسہ بنا کر گاؤں بھر کے بچے بچیوں کو قرآن کریم اور کتب دینیہ کی تعلیم دیتی رہیں۔ ۲۶ر رمضان ۱۳۷۶ھ میں فوت ہوئیں، انھوں نے بھی قاضی جی کو دودھ پلایا تھا، اور انتہائی محبت سے تربیت کی تھی۔

آپ کے نانا حکیم الحاج مولانا احمد حسین بن عبد الرحیم رسول پوریؒ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم و فنون میں ماہر، عربی ادب کے صاحب دیوان شاعر، اعلیٰ مدرس و مفتی، بہترین مصنف، طبیب حاذق، عمدہ دوا ساز اور جلد ساز، زہد و تقویٰ کا نمونہ، ہمہ وقت کتب بینی یا کسی دوسرے عمل میں مصروف، ڈھاکہ میں طویل عرصہ تک صدارت تدریس کے منصب پر فائز، ہر ایک خط کے اعلیٰ خطاط و خوش نویس، یتیموں کے مربی، ۲۶ر رجب ۱۳۵۹ھ میں رحلت کی، اس وقت قاضی جی پچیس برس کے تھے، آپ نے نانا سے اور ان کی کتابوں سے بہت فیض حاصل کیا۔

آپ کے ماموں مولانا محمد یحییٰ بن مولانا احمد حسین رسول پوریؒ ۱۳۲۸ھ میں پیدا ہوئے، راقم کے استاذ تھے، عربی ادب کے ماہر اور اچھے شاعر، جامع المعقول و المنقول ذی استعداد عالم، خاندانی طبیب حاذق، علم ہیئت و فلکیات کے امام، صاحب تصنیف و تالیف، مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور، پھر احیاء العلوم مبارک پور کے علیا کے استاد، نہایت سلیقہ شعار، بہترین جلد ساز، مستخرج دائمی اوقات صلاۃ، احیاء العلوم ہی میں بمرض سل ۱۱ر صفر ۱۳۸۷ھ کو فوت ہوئے؛ "مولانا محمد یحییٰ مدرس امجد جامعہ احیاء العلوم مبارک پور" سے احقر نے تاریخ رحلت برآمد کی ہے، قاضی جی نے اپنے ماموں

کی مشفقانہ و مربیانہ توجہات سے بہت بھی استفادہ کیا ہے، آپ کے نانا کے بڑے بھائی حکیم الحاج المفتی مولانا عبدالعلیم بن عبدالرحیم متوفی ۱۳۴۱ھ صدر مدرس چشمہ رحمت غازی پور، طبیب حاذق، اعلیٰ درجہ کے خطاط، خود اعتماد، زبردست عالم دین، عظیم مصنف، صاحب فتاویٰ، مناظر جلیل۔ آپ کے لڑکے حکیم مفتی مولانا محمد شعیب ۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۳۸۵ میں رحلت کی، چشمہ رحمت غازی پور، میں ۴۵ برس مدرس صدر مدرس اور مفتی شہر رہے، آپ کے تلامذہ میں مولانا عبید اللہ بلیاوی متوفی ۱۴۰۹ھ معتمد جماعت تبلیغ تھے، دوسرے لڑکے حکیم مولوی عبدالمجید بن مولانا عبدالعلیم متوفی ۱۳۸۳ھ بڑے ذاکر و شاغل تھے، تیسرے لڑکے مولانا عبدالباقی ایڈوکیٹ بن مولانا عبدالعلیم، اعظم گڈھ میں وکالت کرتے رہے، ۱۹۴۷ء کے پہلے الیکشن میں ایم ایل، اے ہوئے، وکالت پر مولویت غالب رہی، قاضی جی کو ایسا علمی و دینی ننہال ملا تھا، وہ خود لکھتے ہیں کہ "درحقیقت میرا علمی سرمایہ ننہال کی دین ہے، اور وہیں سے میں نے یہ دولت پائی ہے"۔

تعلیم

قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم گھر پر والدین سے پائی، پھر مدرسہ احیاء العلوم میں منشی اخلاق احمد متوفی ۱۴۰۲ھ سے ریاضی پڑھی، کبوتر بازی کی وجہ سے ناغہ کرنے لگے، تو والد محترم نے خوب مارا، اور گھسیٹ کر مدرسہ لے گئے، پھر باقاعدہ مدرسہ جانے

لگے، اور ایسا شوق ہوا کہ اردو کتابیں تلاش کر کے جمع کرنے لگے، مولانا نعمت اللہ مبارک پوری متوفی ۱۳۶۲ سے فارسی پڑھی اور نسخ و نستعلیق خطاطی سیکھی، مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب مبارک پوری متوفی ۱۴۰۴ھ سے عربی کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ مولانا شکر اللہ صاحب مبارک پوری ۱۳۶۱ھ سے منطق، فلسفہ کی کئی کتابیں پڑھیں، منطق کی بعض کتابیں مولانا بشیر احمد صاحب مبارک پوری متوفی ۱۴۰۲ھ سے پڑھیں، مولانا محمد عمر صاحب مبارک پوری متوفی ۱۳۱۵ھ سے جلالین وغیرہ پڑھی، اور ماموں مولانا محمد یحییٰ رسول پوری متوفی ۱۳۸۷ھ سے عروض و قوافی اور ہیئت کے بعض اسباق پڑھے، نحو میر اور علم الصیغہ پڑھنے کے بعد قوت مطالعہ سے جمعہ کا خطبہ لکھنے لگے، مقامات حریری پڑھنے کے بعد ایسی نظر پیدا ہوئی کہ درسی و غیر درسی کتابیں سمجھ میں آنے لگیں، آپ نے شرح تک دورہ تک تمام کتابیں احیاء العلوم مبارک پور میں پڑھیں ہمہ وقت درسی اور غیر درسی کتب کے مطالعہ میں مصروف رہتے، پڑھنے کے وقت بعض کتابیں طلبہ کو پڑھانے بھی لگے تھے، ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں جا کر دورہ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ بخاری شریف، ابوداؤد، ابن ماجہ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب متوفی ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) سے، ترمذی مولانا سید محمد میاں صاحب متوفی ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء، سے اور مسلم شریف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی سے پڑھی، ۱۳۵۹ھ میں

بھی صرف دو ماہ جامعہ قاسمیہ میں آپ رہے، اس وقت مولانا سید محمد میاں صاحب سے دیوان حماسہ باب اول اور مقامات زمخشری پڑھی، ان کے خلوص وتوجہ نے بڑی حوصلہ مندی اور ہمت افزائی کی۔

شاعری

آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے، اور برجستہ گو تھے، شاعری میں کوئی استاد نہ تھا، طالب علم ہی کے زمانے میں آپ کی نظمیں "الفرقان" بریلی ۱۳۵۷ھ رسالہ "قائد" مرادآباد ۱۳۵۷ھ میں شائع ہونے لگیں، بعد میں لاہور کے اخبار "زمزم" اخبار "مسلمان" اخبار "کوثر" وغیرہ میں بکثرت اشعار چھپے اور یہی بسلسلہ صحافت امرتسر، لاہور اور بمبئی لے جانے کے سبب بنے، شاہنامہ کے طرز پر اصحاب صفہ کے نام سے ایک منظوم رسالہ ۲۲۵ر اشعار پر مشتمل لکھا، جسے ۱۳۵۹ھ میں شباب کمپنی بمبئی نے طبع کر نے کے لیے لیا، مگر گم کردیا، بعد میں جب حالات نے آپ کو صحافی اور مصنف بنا دیا، تو شاعری ترک کردی۔

مضمون نگاری

ابتدائی عربی درجہ میں ابھی پڑھ رہے تھے کہ مضمون نگاری شروع کردی، پہلا مضمون بعنوان "مساوات" رسالہ "مومن" بدایوں ۱۳۵۳ھ میں طبع ہوا۔ احیاء العلوم میں جمعیۃ الطلبہ قائم ہوئی، جس کا ماہوار قلمی رسالہ "الاحیاء" جاری ہوا، اس کے مدیر

آپ بنائے گیے، انجمن میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں، اور علمی وادبی رسائل و اخبارات منگائے گیے، ان سب کا آپ نے بالاستیعاب مطالعہ کیا، پھر کئی مضامین رسالہ "پیام تعلیم" دہلی اخبار الجمعیۃ دہلی، رسالہ "مومن" بدایوں، ہفتہ وار "العدل" گوجرانوالہ پنجاب میں چھپے، پھر مستقلاً رسالہ "قائد" مرادآباد میں چھپنے لگے، ایک بار مضمون نگار کا نام مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارک پوری فاضل دیوبند لکھ کر آیا تو آپ نے جواباً لکھا کہ میں ابھی طالب علم ہوں، ہدایہ وغیرہ پڑھتا ہوں، بعد میں آپ کے مضامین ملک کے معیاری مجلات ورسائل ماہ نامہ "معارف" اعظم گڈھ "برہان" دہلی، ماہ نامہ "دارالعلوم" دیوبند وغیرہ میں چھپنے لگے، یہاں تک کہ بعض رسائل کی مجلس ادارت میں آپ شامل کر لیے گیے، ماہ نامہ "البلاغ" بمبئی کے عرصہ دراز تک مدیر تحریر رہے اخیر عمر میں آپ کی زیر سرپرستی ماہ نامہ "انوار العلوم" جہاناگنج جنوری ۱۹۹۶ء سے جاری ہوا۔

صحافت

صحافت اور اخبار نویسی میں آپ کی عمر کا بیشتر حصہ صرف ہوا۔ اس سلسلے میں پہلے امرتسر گیے، پھر لاہور جاکر اخبار "زمزم" کے کالموں کو مزین کیا، تقسیم ہند کے بعد لاہور چھوڑنا پڑا، تو بہرائچ جاکر "انصار" میں کام کیا۔ اس کے بعد بمبئی گیے، تو اخبار "انقلاب" کے کالموں کا سجایا، اور ماہ نامہ "البلاغ" کی ادارت سنبھالی، اور اخیر میں شیخ الہند

اکیڈمی دیوبند کے نگراں مقرر ہوئے، اس اکیڈمی سے آپ کی چند کتابیں شائع ہو
ئیں، صحافت کے دوران کسی نہ کسی درجہ میں تدریسی و تصنیفی مشغلہ بھی جاری رکھا۔

تدریس

ابھی آپ عربی درجات میں پڑھ رہے تھے کہ طلبہ کو بعض کتابوں کا درس دینے لگے۔
فراغت کے بعد احیاء العلوم مبارک پور میں درس دیا، یہیں احقر نے ۱۳۶۶ھ میں آپ
سے مقامات حریری پڑھی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں کچھ دنوں تک استاذ الادب والتاریخ
تھے، جب کہ وہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار صاحب معروفی متوفی ۱۴۰۹ھ اور مولانا
اسلام الحق صاحب کوپاگنجی متوفی ۱۳۹۲ھ بھی مدرس تھے۔ بمبئی میں بھی آپ نے
تدریسی خدمات انجام دیں، دیوبند میں سال میں چند مرتبہ، دو، دو ہفتہ کے لیے جاتے
تھے، تو طلبہ دارالعلوم آپ سے کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے، احقر محرم ۱۴۱۱ھ میں
دیوبند گیا تو مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں طلبہ کو پڑھاتے ہوئے دیکھا، درس و تدریس
میں آپ روحانی سکون پاتے تھے، مبارک پور میں الجامعة الحجازية قائم
کیا، جس کے بانی و مہتمم آپ ہی تھے۔

وعظ و خطابت

اصلاحی تحریکات، دینی اجلاس، سیاسی اسٹیج اور مدارس اسلامیہ کے جلسوں میں سیر
حاصل تقریریں کیا کرتے تھے، جلدی جلدی بولتے تھے، آواز بھی پست تھی، اس لیے

بعض الفاظ دب جاتے تھے، مگر بیان مؤثر اور دل نشیں ہوتا تھا، تقسیم سے پہلے جمعیۃ
علماء کے اسٹیج سے انگریزوں کے خلاف بہت گرم تقریریں کیا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف

تصنیفی وتالیفی کارنامے نے آپ کی شہرت ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عالم اسلام
پھیلا دی، آپ کے علمی مقام کی بلندیوں کی طرف سر اٹھانے میں بڑے بڑے اہل علم
کی ٹوپیاں گر جاتی ہیں، طالبعلمی کے دور ہی میں پانچ کتابیں، فراغت کے چار سال پہلے
۱۳۵۵ھ میں سب سے پہلی کتاب عربی زبان میں قصیدہ بانت سعاد کی شرح "خیر
الزاد فی شرح بانت سعاد" لکھی، جو غیر مطبوعہ آپ کے کتب خانہ میں ہے۔

۲۔ دوسری کتاب بھی عربی میں "مرآۃ العلم" نامی لکھی، جو غیر مطبوعہ موجود ہے۔

۳۔ "ائمہ اربعہ" کے نام سے ایک مختصر جامع کتاب لکھی، جسے شائع کرنے کے لیے
سلطان کمپنی بمبئی نے لیا، پھر اس کا مالک پاکستان چلا گیا، اس کا مسودہ بھی گم ہو گیا، بعد
میں اسے دوبارہ لکھا، جسے شیخ الہند اکیڈمی نے شائع کیا۔

۴۔ صحابیات کے سبق آموز واقعات "الصالحات" کے نام سے مرتب کیا، ملک دین محمد
کشمیری بازار لاہور کو چھاپنے کو دیا، اس کا مسودہ گم بھی ہو گیا۔

۵۔ اصحاب صفہ کے نام سے ایک منظوم کتاب لکھی، شباب کمپنی ممبئی نے اسے بھی ضائع
کر دیا، یہ پانچ کتابیں پڑھنے کے زمانے میں لکھیں۔

٦۔رجال السند والھند (عربی)

۷۔العقد الثمین فی فتوح الھند ومن ورد فیھا من الصحابۃ والتابعین (عربی)

۸۔شرح وتعلیق جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول (عربی)

۹۔الھند فی عہد العباسین (عربی)

۱۰۔عرب وہند عہد رسالت میں، اس کا عربی میں ترجمہ کرکے العرب والھند في عھد الرسالۃ کے نام سے مصر کے مشہور عالم عبدالعزیز عبدالجلیل عزت نے شائع کیا۔

۱۱۔ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ڈاکٹر عبدالعزیز عزت مصری نے اس کا بھی عربی میں ترجمہ کرکے الحکومات العربیۃ في الھند کے نام سے طبع کیا،٦،۷،۹ کتابیں بھی مصر میں طبع ہوکر عالم اسلام اور بلاد یورپ میں پہونچیں۔

۱۲۔اسلامی ہند کی عظمت رفتہ

۱۳۔خلافت راشدہ اور ہندوستان

۱۴۔خلافت بنی امیہ اور ہندوستان

۱۵۔مآثر ومعارف

۱٦۔تعلیمی وتبلیغی سرگرمیاں عہد سلف میں

۱۷۔علی وحسین

۱۸۔اسلامی نظام زندگی

۱۹۔مسلمان

۲۰۔طبقات الحجاج

۲۱۔حج کے بعد

۲۲۔معارف القرآن

۲۳۔افادات حسن بصریؒ

۲۴۔تذکرہ علمائے مبارک پور

۲۵۔ائمہ اربعہ

۲٦۔بنات الاسلام

۲۸۔خیر القرون کی درس گاہیں

۲۹۔خلافت عباسیہ اور ہندوستان

۲۹۔تدوین سیر ومغازی

۳۰۔اسلامی شادی

پاکستان میں

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ آپ کی پانچ کتابیں مصر میں طبع ہوئیں، اسی طرح پاکستان کے نیم سرکاری ادارہ تنظیم فکرونظر سندھ نے ۱۹۸٦ء میں آپ کی پانچ کتابیں اعلیٰ پیانہ پر شائع کرکے ان کی افتتاحی تقریب میں آپ کو بلایا، زیر صدارت وزیر اعلیٰ سندھ عظیم الشان اجلاس ہوا، پاکستان کے بڑے بڑے دانشوروں اور ریسرچ اسکالروں نے

آپ کی علمی وتحقیقی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو "محسن ہند" کے خطاب سے نوازا، آپ پاکستان کی علمی ودینی تقریبات میں بار بار شریک ہو چکے ہیں ،صدر پاکستان نے بھی آپ کی علمی خدمات کا اعتراف تحائف وہدایا کے ساتھ کیا،اس وقت آپ کی تصنیف ہندو پاک اور ممالک عرب میں مستند ماخذ ہیں، جن کے حوالے دیے جاتے ہیں۔

حکومت ہند کا اعزاز

۱۶ر مارچ ۱۹۸۵ھ کو حکومت ہند کی طرف سے صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ نے آپ کی علمی وتاریخی تصانیف پر اعزازی ایوارڈ عطا کیا، احقر نے اس کی یہ منظوم تاریخ لکھ کر آپ کے پاس بھیج دی تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم المجید المتین — یہ جشن زیبا قاضی اطہر مبارک پوری

۱۴۰۵ھ — ۱۹۸۵ء

قاضی اطہر تو اک بحر ہے بیکراں! — تیری خدمات علمی بروں از بیاں

اہل علم وحکومت کو تسلیم ہیں! — تیری تصنیف وتالیف کی خوبیاں

تیرا موضوع ہند وعرب رابطہ — تو مؤرخ ہے اسلام کا نو جواں

ہو مبارک حکومت کا ایوارڈ — تمغۂ علم عزت کا روشن نشاں

جشن ایوارڈ کا لکھ دے عثاں سنہ — وسعت کلک کا تو ہے سیل رواں

۱۴۰۵

کتب خانہ قاضی

آپ نے لکھا ہے کہ "تحصیل علم کی دھن کا یہ حال تھا کہ جامع ازہر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا سودا ہر وقت سر میں سمایاں رہتا تھا، بلکہ بعد میں بھی یہ آرزو باقی رہی ،مگر میں نے اپنے ذوق وشوق کی بدولت ناکامی کو کامیابی سے یوں بدل دیا کہ اپنے گھر کو جامع ازہر، جامع زیتون ، جامع قرطبہ ،مدرسہ نظامیہ، مدرسہ مستنصریہ بنالیا، ہر وقت بغداد و بخارا، اندلس وغرناطہ اور عالم اسلام کی قدیم درس گاہیں اوران کے اساتذہ وتلامذہ کے مناظر سامنے رہتے تھے، اور میں ان کے حسنات وبرکات سے مستفیض ہوتا رہتا تھا" چناں چہ اردو پڑھنے کے وقت ہی سے آپ نے کتابوں کی فراہمی شروع کردی خود لکھتے ہیں کہ کتابوں کے ذوق وشوق کی وجہ سے بعد میں میرے پاس امہات کتب کا ایک عظیم الشان ذاتی کتب خانہ بن گیا، جس میں عربی زبان کی نادر ونایاب مطبوعات ومخطوطات کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اب اس کے رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے، اسی کتب خانہ میں بیٹھ کر آپ نے وہ شاہ کار تصنیفی کام کیا، جو دنیا کے سامنے نمایاں ہے، قلمی کتابوں میں بہت سی کتابیں خود آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، احقر نے آپ کے کتب خانہ کی بعض کتابوں، طبقات ابن سعد وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

تنگی وفراخی

آپ کی ابتدائی زندگی نہایت عسرت وتنگی میں گذری، ابھی آپ اٹھارہ برس کے تھے، کافیہ پڑھ رہے تھے کہ آپ کی والدہ محرمتہ رحلت کر گئیں، تین بھائی، ایک بہن میں

بڑے آپ ہی تھے، کسب معاش میں والد محترم باہر جانے لگے، بات یہ ہونے لگی کہ آپ کی تعلیم بند کر کے ذریعہ معاش میں آپ کو بھی لگایا جائے، مگر آپ نے بڑے عزم و استقلال سے تعلیم بھی جاری رکھی، اور خانگی امور بھی خوب جان فشانی سے انجام دیئے۔

کتابوں کی فراہمی کے لیے جلد سازی شروع کر دی، تجلید کا سامان پا پیادہ شہر اعظم گڈھ سے لاتے، آمد و رفت بارہ میل کی مسافت چند گھنٹوں میں طے کر لیتے، اس طرح پیسے جمع کر کے آہستہ آہستہ کتابیں خریدیں، اسی تنگ دستی کی وجہ سے تحصیل علم کے لیے باہر نہ جاسکے، دورہ حدیث کے لیے صرف ایک سال ۱۳۵۹ھ میں مراد آباد گیے، تو پورے سال صرف پچاس روپے گھر کے خرچ کیے، اسی عسرت بھری زندگی میں عمر کا بیشتر حصہ گزرا، صحافت واخبار نویسی کو ذریعہ معاش بنا کر علمی و تحقیقی تصنیف و تالیف کرتے رہے، پھر خدا نے فراخی بخشی، کئی حج کیے، اور قصبہ میں صاحب ثروت و حیثیت شمار ہونے لگے۔

ضعف بصر

بچپن میں آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے، نگاہ کمزور ہوگئی، چشمہ لگانے کے عادی ہوگیے، کتب بینی نہایت کثرت سے کیا کرتے تھے، کتاب بالکل نظر کے قریب کر کے پڑھتے تھے، آپ کے چشمہ کا پاور بھی بہت زیادہ ہوتا تھا، باوجود ان دشواریوں کے پڑھنے لکھنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

خوش خلقی و سادگی

آپ ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ہر چھوٹے بڑے سے اس کے

مرتبہ کے مطابق پیش آتے تھے، وقت ناوقت جب بھی کوئی آپ کے مکان پر جاتا، فوراً چائے ناشتہ، اس کے سامنے پیش کرتے اور تاکید کرتے کہ کھانا میرے ساتھ کھائیں ہمیشہ سادگی کے ساتھ صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھتے تھے، کتابیں اور ہر ایک سامان نہایت ترتیب اور سلیقہ سے رکھتے تھے۔

دائرہ ملیہ

آپ نے تصنیف و تالیف کے لیے مبارک پور میں ایک ادارہ بنام دائرہ ملیہ قائم کیا، اس ادارہ سے آپ کی چند کتابیں شائع ہوئیں، ندوۃ المصنفین دہلی اور شیخ الہند اکیڈمی دیو بند نے بھی آپ کی کئی کتابیں شائع کیں، مصر سے بھی پانچ کتابیں آپ کی طبع ہوئیں۔ طبقات الحجاج وغیرہ کئی کتابیں بمبئی سے شائع ہوئیں۔

جمعیۃ علماء

جمعیۃ علماء ہند سے ہمیشہ آپ کا گہرا تعلق رہا، جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے نیز ریاستی دینی تعلیمی بورڈ کے صدر رہے، اکابر دار العلوم سے ہمیشہ گہرا رابطہ رکھا۔

مرض الوفات

ناک کے اندر کوئی زخم تھا، اعظم گڈھ میں اس کا آپریشن کرایا، کافی مقدار میں خون نکلا ضعف بہت بڑھ گیا، بخار آتا جاتا رہا، علاج جاری تھا، غالباً جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ پھر ۹ رشعبان کو، اس کے بعد ۲۲ محرم ۱۴۱۷ھ کو احقر آپ سے ملنے کے لیے حاضر ہوا، ہر بار پورے نشاط سے دیر تک باتیں کیں، الماری سے کئی کتابیں نکال کر دکھائیں، میں

نے عرض کیا کہ میں آپ کی سوانح مرتب کروں گا؟ فرمایا کہ میرے حالات کچھ لکھے ہوئے ہیں، لیکن مصر وغیرہ کے میرے نام عربی میں کئی اہم خطوط ہیں، ان کو مرتب کرنا ہے، میں جوں ہی کچھ صحت مند ہوا، ان کو مرتب کرنے کے لیے خط لکھ کر چند روز کے لیے تم کو مبارک پور بلاؤں گا، میں نے ''سیرت الرسول'' نامی ایک کتاب مرتب کی ہے، اس پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی، کتاب دیکھ کر بہت خوش ہوئے ،تقریظ لکھنے کا وعدہ کیا، میں نے اس کی یاد دہانی کا ایک خط لکھا تو اس کے جواب میں ۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کا آپ کا مکتوب موصول ہوا۔

''عزیز گرامی! السلام علیکم و رحمة الله و بركاته

کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ آپ سے وعدہ کیا ہے، اس کو کیسے پورا کروں، اسی درمیان میں پرسوں آپ کا خط ملا، افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اب تک لکھنے پڑھنے کے لائق نہیں ہوسکا ہوں، اس لیے اب کی بار آپ کی کتاب پر کچھ لکھنے سے معذور ہوں، حالاں کہ اس پر کچھ لکھنا سعادت مندی کی بات تھی، میری صحت کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

والسلام علیکم

قاضی اطہر مبارک پوری

وفات حسرت آیات

یکشنبہ ۲۷؍صفر ۱۴۱۷ھ ۱۴؍جولائی ۱۹۹۶ھ کا دن گزار کر شب میں دس بجے جوار رحمت میں پہونچے، دوسرے دوز دوشنبہ کو ۳؍بجے دن میں مفتی ابوالقاسم صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس و رکن شوریٰ دار العلوم دیو بند نے نماز جنازہ پڑھائی، بنارس جون پور، اعظم گڈھ، مئو، غازی پور، گورکھپور، وغیرہ کے علماء کرام و فضلاء کے عظیم مجمع میں نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام

على سيدنا ونبينا محمد وآله وأصحابه أجمعين.

مسلمان قوم بحیثیت ایک قوم، سراسر علمی اور دینی ہے، اور اس کا خمیر علم اور دین: دونوں سے بنا ہوا ہے، اسی لیے دنیا کی تمام دوسری قوموں کے مقابلہ میں دینی علوم کی تعلیم وتبلیغ اور اشاعت زیادہ اور نمایاں ہے، اور دنیا کی کوئی قوم اس بارے میں مسلمانوں کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کو کہ "أغدا عالما أو متعلما" (یعنی ہر صبح تمہارا وظیفۂ حیات ہو کہ کچھ دوسروں کو سکھاؤ، اور کچھ دوسروں سے سیکھو) مسلمانوں نے یوں اپنی زندگی سے وابستہ رکھا کہ مسجدوں، بازاروں، اور راستوں کو دار العلوم بنایا، اور گھروں سے لے کر میدانوں تک میں دینی وعلمی رونق پیدا کی، یہی وجہ ہے کہ چوتھی صدی میں مدارسِ اسلامیہ کی بنیاد پڑنے سے پہلے ہی مسلمانوں نے اس طرح علوم وفنون کی اس قدر خدمت کی کہ آج ان کے کارناموں سے مدرسوں اور دار العلوموں میں رونق پائی جاتی ہے۔

اس دور میں عام مسلمانوں اور علماء میں اس اعتبار سے بہت کم فرق ہوتا تھا کہ دونوں طبقے علم دین کی قدروں سے وابستہ رہا کرتے تھے، اور دینی علم، کسی خاص فرد یا جماعت کا حصہ نہیں تھا کہ اس کے خاص لباس وہیئت سے اس کا ظہور ہو، یا معاش و معیشت کے بارے میں کوئی امتیاز پایا جائے، اگر آپ مسلمانوں کی معاشی تاریخ کی

علمی ودینی سرگرمی، اور علمائے اسلام کے معاشی کاموں کو دیکھیں تو آپ کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ کاروبار کرنے والے علماء ہوا کرتے تھے، یا علماء کاروبار کیا کرتے تھے۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں میں دینی تعلیم کی ترویج واشاعت کے لیے ضروری ہے کہ عہد سلف کی طرح پھر عمومی طور سے مسلمانوں میں دین اور علم دین کی تعلیم وتبلیغ عام کی جائے، اور اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اور کاروبار میں مصروف رہتے، زندگی کی دوسری ضروریات کی طرح دینی تعلیم وتبلیغ کے وظیفہ کو بھی پورا کیا جائے۔

اس کتاب میں آئندہ جو کچھ پیش کیا جارہا ہے، اسی داعیہ کے ماتحت اس کی شدید ضرورت محسوس ہوئی، اور اس کا مقصد عام مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ دینی علوم کو ہمارے اسلاف نے ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حالت میں پڑھا پڑھایا ہے، اور دینی تعلیم کے لیے اس قدر اہتمام وانتظام نہیں کیا کہ تعلیم سے زیادہ اسی پر توجہ رہے، اور اصل مقصد کے بجائے اس کا ذریعہ ہی مقصد بن جائے۔

اس کتاب کے اکثر وبیشتر مضامین مجلّہ ''البلاغ'' بمبئی میں قسط وار شائع ہوکر علمی اور دینی حلقوں میں مقبول ہوچکے ہیں، اور بمبئی اور گجرات وغیرہ کے بہت سے مقامات پر تبلیغی اجتماعات میں پڑھ پڑھ کر سنائے جاچکے ہیں، بلکہ اسی زمانے میں بعض اہل خیر اور دین دار حضرات نے ان کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی شدید خواہش ظاہر کی تھی، اور ان کو چھپوا کر عام مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا،

مگر یہ سعادت عزیز گرامی مولانا نجم الدین صاحب احیائی کے حصے میں تھی، اور اس کی اشاعت ان کے اخلاص اور عزم وارادہ کے لیے مقدر تھی، چناں چہ موصوف نے جلد از جلد اس کی اشاعت پر اصرار کیا، اور میں نے ان کے مخلصانہ اصرار پر اس کتاب پر نظر ثانی کی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے مجھے اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ دینی اور علمی فائدہ پہونچائے، اور جن نفوس قدسیہ کے تذکروں سے یہ کتاب معمور ومزین ہے، ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماکر دونوں جہان میں فلاح ونجاح سے نوازے۔

قاضی اطہر مبارک پوری
مبارک پور، اعظم گڈھ
جمعہ: ۲۰؍شوال ۱۳۸۸ھ
۱۰؍جنوری ۱۹۶۹ء

تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں

مسجدوں میں

دینی علوم کی تعلیم واشاعت کا انتظام عہد رسالت میں جو مسجد نبوی سے شروع ہوا، تو آج تک یہ سلسلہ مسجدوں سے وابستہ رہا، اور آئندہ بھی تعلیم وتعلم کے لیے بہترین درس گاہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں ہوسکتی ہیں، جوان کی بستیوں میں اسلامی قلعہ جات کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔

عہد رسالت میں مدینہ منورہ اور اس کے اطراف وجوانب میں دینی تعلیم مقامی مسجدوں میں ہوا کرتی تھی، اور جب ان درس گاہوں کے فارغین یعنی حضرات صحابہ کرامؓ باہر نکلے، تو بلادِ اسلامیہ میں پھیل کر مسجدوں میں درس وتدریس کی مسند بچھائی، اور اپنی اپنی بستیوں کے گلی کوچوں کو علمی فضا سے معمور کردیا، جب تک یہ نظام قائم رہا، عامۃ المسلمین براہ راست علماء امت سے استفادہ کر کے کسب ومعیشت اور کاروبار کے ساتھ ساتھ طالب علمی بھی کرتے رہے، مسجدوں میں تعلیم ہونے کی وجہ سے ان کو کسی قسم کا تردد نہیں ہوتا تھا، اور نہ اس کے لیے مستقل وقت نکالنا، اور آنا جانا پڑتا تھا، بلکہ روزانہ کے عام مشاغل کی طرح یہ بھی ایک مشغلہ ہوتا تھا۔

اسی نظام تعلیم کی برکت سے ہر بازاری، ہر کاروباری، ہر تاجر، ہر مزدور، ہر ملازم

اور ہر شخص دینی علوم سے اچھی طرح واقف ہوتا تھا، اور اپنی زندگی کے معاملات میں دینی تعلیم کو جاری کر کے شریعت پر عمل کرتا تھا۔

عہد صحابہؓ اور تابعینؒ وتبع تابعینؒ کے بہت بعد تک اسلامی تعلیم کا مرکز یہی مسجدیں ہی رہیں، اور علمائے اسلام نے ان میں بیٹھ کر دینی علوم وفنون کو عام کیا، چوتھی صدی ہجری سے پہلے عام طور سے یہی طریقہ رائج تھا، اور اس کے بعد بھی جب باقاعدہ مدارس کا رواج ہوا، یہ صورت باقی رہی، اور تعلیم وتعلم کی بہترین درس گاہ مسجدیں ہی رہیں۔

عہدِ رسالت میں مسجدوں کی مرکزیت

مکی زندگی میں مسلمانوں کو چوں کہ مرکزیت حاصل نہیں تھی، اس لیے کوئی مستقل درس گاہ نہ بن سکی، البتہ راستوں، میلوں، گلی کوچوں اور نشست گاہوں میں تعلیم ہوا کرتی تھی، دارِ ارقم مکی زندگی کا کامیاب مدرسہ کہا جاسکتا ہے، جو بعد میں مسجد بن گیا اور آج تک دار القرآن کی شکل میں موجود ہے، مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے مختصر طور سے انتظام فرمایا، مگر مدینہ منورہ میں تعلیم کو عام کرنے کا باقاعدہ سلسلہ جاری فرمایا۔

چناں چہ ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، اور جو صحابہؓ رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہاں چلے آئے تھے، وہ قرآن کی تعلیم اور مسجد کی تعمیر کا کام کرتے تھے، حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے:

"رسول اللہ ﷺ کے ہمارے پاس مدینہ میں آنے سے پہلے ہی میں نے طوال مفصل کی کئی سورتیں زبانی یاد کرلی تھیں"۔(۱)

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر یہ طے پایا کہ ایک عالم صحابی مدینہ میں معلم بنا کر روانہ کیے جائیں، رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے حضرت مصعب بن عمیرؓ کا انتخاب فرمایا، آپ نے مدینہ پہونچ کر حضرت سعد بن ضرارؓ کے گھر میں قرآنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، اور کچھ دنوں کے بعد جب مکہ مکرمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اہل مدینہ کی طرف سے "مقری" کے لقب سے مشہور ہو چکے تھے۔

"جب مصعب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کا لقب مقری یعنی معلم پڑ چکا تھا"۔(۲)

انصار مدینہ میں "مسجد زریق" سب سے پہلی مسجد ہے، جس میں قرآنی تعلیم کا انتظام کیا گیا، حضرت رافع بن مالکؓ اس کے اولین استاذ ہیں، دس سال کی مدت میں رسول اللہ ﷺ پر جتنا قرآن نازل ہوا تھا، آپ نے پڑھ کر اہل مدینہ کو اسی مسجد میں پڑھایا، سورۂ یوسف بھی آپ ہی نے سب سے پہلے مدینہ میں پڑھائی، رسول اللہ ﷺ حضرت رافع بن مالکؓ کی سلیم الطبعی اور استقامتِ حال پر تعجب فرمایا کرتے تھے۔(۳)

ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد مسجد قبا بھی اسلامی تعلیم کا مرکز تھی، اور یہاں صحابہ کرامؓ باقاعدہ پڑھتے پڑھاتے تھے، جو صحابہؓ مسجد قباء کے مقام "عصبہ" میں

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے آگیے تھے، انھیں حضرت سالمؓ مولی ابوحذیفہؓ نماز پڑھایا کرتے تھے، کیوں کہ سب میں قرآن کے بڑے عالم وہی تھے"۔(۴)

مسجد قبا کی تعلیمی مرکزیت کا اندازہ عبدالرحمن بن غنم کی اس روایت سے اچھی طرح ہوسکتا ہے:

"مجھ سے دسیوں صحابہؓ نے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں تعلیم وتعلم میں مصروف تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو پڑھو، لیکن یاد رکھو، اللہ تعالی اجر اسی وقت دے گا، جب تم اپنے علم پر عمل کروگے"۔(۵)

ہجرت عامہ سے پہلے جو حضرات مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے، وہ بڑی تیزی سے مسجدیں بناتے تھے، تاکہ ان مراکز اسلام میں ابھی سے نماز اور تعلیم کا بندوبست ہوجائے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے:

"رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے دوسال پہلے ہی ہم لوگ مدینہ منورہ پہونچ کر مسجدوں کی تعمیر اور نمازوں کے انتظام وقیام میں مصروف تھے"۔(۶)

انصار مدینہ کے ذوق وشوق اور مہاجرین کی دھن کا لازمی نتیجہ ہوا کہ جہاں مسجد تعمیر ہوئی، وہاں اقامتِ صلاۃ کے ساتھ امام قرآن اور دین کی تعلیم دیتا رہا، اس طرح ہجرت عامہ سے پہلے بنونجار، بنوعبدالاشہل، بنوظفر، اور بنوعمرو بن عوف کے محلوں اور ان کی مسجدوں میں تعلیمی مرکز قائم ہوئے، ان تعلیمی اداروں میں "دار سعد بن خثیمہ"

کو بڑی اہمیت ومرکزیت حاصل تھی، چوں کہ حضرت سعد بن خثیمہ مجرد تھے، اس لیے آپ کا گھر مجرد مہاجرین کی اقامت گاہ تھا، جہاں دوسرے مشاغل دینیہ کے ساتھ تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

ہجرت نبوی کے بعد جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی، تو اسی کے بعد ''جامعہ صفہ'' کی بنیاد بھی پڑی، اور مدینہ منورہ میں اسلامی علوم وفنون کی پہلی یونیورسٹی قائم ہوئی، موجودہ باب جبرئیل اور باب النساء کے درمیان یک چبوترہ ہے، یہی صفہ (چبوترہ) اصحاب صفہ کا مرکز تھا، اور بے سہارا اضیاف اسلام یہیں پناہ لیتے، اور رات دن قرآن اور دین کی تعلیم حاصل کرتے۔ یہاں پر ان طلبائے اسلام کی تعداد میں کمی زیادتی ہوا کرتی تھی، اس کے فارغین کی مجموعی تعداد چارسو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے، جن کو ''قراء'' کہتے تھے، ان حضرات کی بدولت دنیا میں اسلامی تعلیم عام ہوئی، اور انھوں نے وہاں سے نکل کر مدینہ میں محلہ وار امامت وتعلیم کی خدمت انجام دی، اور جب عرب کے دیگر قبائل مسلمان ہوئے، اور انھوں نے اپنے یہاں دینی تعلیم کے لیے آدمی مانگے، تو رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ صفہ کو روانہ فرمایا۔

ان مسجدوں اور مدرسوں کے علاوہ مدینہ منورہ میں بہت سے مدرسے بشکل مساجد تھے، ان مساجد کے ائمہ معلم ومدرس ہوا کرتے تھے، اس طرح مصعب بن عمیرؓ، عبادہ بن صامتؓ، سالم مولی ابوحذیفہؓ، عتبہ بن مالک، معاذ بن جبل، عمر بن سلمہ، رسید بن حضیر، مالک بن حویرثؓ، انس بن مالکؓ، عتاب بن اسیدؓ، وغیرہ اپنے اپنے محلہ اور

قبیلہ کی مسجد کے امام بھی تھے، اور معلم ومدرس بھی۔ علامہ سمہودیؒ نے وفاء الوفاء میں تقریباً چالیس ایسی مساجد کا ذکر کیا ہے، جو زمانۂ رسالت میں مدینہ منورہ میں موجود تھیں، اور ان میں باقاعدہ تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ جاری تھا۔

جامعہ صفہ کے چند طلبہ کے اسمائے گرامی

ہم یہاں پر چند اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی تبرک کے طور پر نقل کرتے ہیں، جن کو ہم نے مدینہ منورہ کے کتب خانہ ''شیخ الاسلام عارف حکمت'' سے شنبہ ۲۳ رمحرم ۱۳۸۶ھ کو نقل کیا ہے:

حرف الف

اسماء بن حارثہ اسلمی اخو ہندہ اغر مزنی، اوس بن اوس ثقفی۔

حرف باء

براء بن مالک انصاری، اخوانس بشیر بن خصاصہ، بلال بن رباح حبشی مؤذن۔

حرف ثاء

ثابت بن ضحاک ابوزید انصاری اشہلی، ثابت بن ودلعہ انصاری، ثقیف بن عمرو بن شمیط اسدی، ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ۔

حرف جیم

جاریہ بن شیبہ بن قرط، جرہد بن خویلد، وقیل بن رباح اسلمی، جعیل بن سراقہ ضمری، جندب ابن جنادہ ابوذر غفاری۔

حرف حاء

حارثہ بن نعمان انصاری، حجاج بن عمرو اسلمی، حذیفہ بن اسید، ابوسریحہ غفاری، حذیفہ بن یمان، حازم بن حرملہ اسلمی، حبیب بن زید بن عاصم انصاری، حرملہ بن ایاس، حکم بن عمیر شالی، حنظلہ بن ابی عامر الراہب انصاری۔

حرف خاء

خالد بن زید ابوایوب انصاری، خباب بن ارت، خبیب بن یساف بن عتبہ ابوعبد الرحمن، خزیم بن اوس طائی، خزیم بن فاتک اسدی، خنیس بن حذافہ۔

حرف ذال

ذوالبجادین عبداللہ مزنی۔

حرف راء

ربیعہ بن کعب اسلمی، رفاعہ بن عبدالمنذ رابولبابہ انصاری۔

حرف زاء

زید بن خطاب ابوعبدالرحمن۔

حرف سین

سالم بن عبید اشجعی، سالم بن عمیر بن سالم مولیٰ ابی حذیفہ، سائب بن خلاد، سعد بن مالک، ابوسعید خدری، سعد بن ابی وقاص، سعید بن عامر بن جذیم جمحی، سفینہ بن عبدالرحمن مولیٰ رسول اللہ ﷺ، سلمان فارسی۔

حرف شین

شداد بن اوس، شقران مولیٰ رسول اللہ ﷺ شمعون ابوریحانہ ازدی وقیل انصاری۔

حرف صاد

صفوان بن بیضاء، صہیب بن سنان۔

حرف طا

طخفہ بن قیس غفاری، طفاوی دوسی، طلحہ بن عمرو انصاری۔

حرف عین

عامر بن عبداللہ ابوعبیدہ بن جراح، عباد بن خالد غفاری، عبادہ بن قرص وقیل قرط، عبداللہ بن اُنیس، عبد بن ام مکتوم، عبداللہ بن بدر جہنی، عبداللہ بن حبشی خثعمی، عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، عبداللہ بن حوالہ ازدی، عبداللہ بن عبد اسدی، ابوسلمہ مخزومی، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن حرام ابوجابر انصاری سلمی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمیر بن عبس انصاری حارثی، عبدالرحمن بن قرط، عبید مولیٰ رسول اللہ ﷺ عتبہ بن عبد سلمی، عتبہ بن غزوان، عتبہ بن منذر سلمی، عثمان بن مظعون، عرباض ابن ساریہ، عقبہ بن عامر جہنی، عکاشہ بن محصن اسدی، عمار بن یاسر، عمرو بن تغلب، عمرو بعثہ سلمی، عمرو بن عوف مزنی، عویمر ابوالدرداء، عویمر بن ساعدہ انصاری، عیاص بن حمار مجاشعی۔

حرف فا

فرآن بن حیان عجلی، فضالہ بن عبید انصاری۔

حرف قاف

قرہ بن ایاس ابومعونہ مزنی۔

حرف کاف

کعب بن عمر ابوالیسر انصاری، کناز بن حصین ابومرثد غنوی۔

حرف میم

مسطح بن اثاثہ بن عباد، مسعود بن ربیع قاری، مصعب بن عمیر، معاذ ابوحلیمہ قاری، معاویہ بن حکم سلمی، مقداد بن اسود۔

حرف نون

نضلہ بن عبید ابوبرزہ اسلمی۔

حرف الھا

ہلال مولیٰ مغیرہ بن شعبہ۔

حرف واو

وابصہ بن معبد جہنی، واصلہ بن اسقع۔

حرف یاء

یسار ابوثلیبہ مولیٰ صفوان بن امیہ۔

کُنیٰ

ابوثعلبہ خشنی، ابورزین، ابوعسیب مولیٰ رسول اللہ ﷺ، ابوفراس اسلمی، ابوکبشہ مولیٰ

رسول اللہ ﷺ، ابومویہبہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذٰلك الفوز الكبير (۷)

جامعہ صفہ کے فارغین وفضلاء کے یہ چند نام ہیں، جنھوں نے دنیا میں اسلام کو یقین وعمل کی قوت سے پھیلایا، ان میں عباد وزہاد بھی ہیں، اور فقہاء ومحدثین بھی، امراء وحکام بھی ہیں، اور غزاۃ ومجاہدین بھی، شمع رسالت کے ان پروانوں سے اقصائے عالم میں رشد وہدایت کا نور پھیلا۔

آج ہمارے پاس کتاب وسنت اور دین وایمان کا جوسرمایہ ہے ان ہی جیسے طلبائے اسلام کی سعی مشکور کی وجہ سے ہے۔

دوراسلاف میں مسجدوں کی مرکزیت

زمانہ رسالت کے بعد بھی دین کی تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ مسجدوں میں جاری رہا، عہد خلافت میں جب علمائے صحابہ مختلف بلاد وامصار میں گیے، توانھوں نے وہاں کی جوامع اور مساجد کو اپنا تعلیمی مرکز بنایا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے گورنر جعفر بن برقان کو ایک سرکاری مکتوب روانہ فرمایا، جس میں تابعین عظام کے بارے میں لکھا تھا کہ ان سے کہو کہ وہ اپنی نجی مجلسوں اور مسجدوں کو دینی تعلیم کا مرکز بنائیں، اور علوم اسلامیہ کی اشاعت کے لیے ان دونوں کو بنیادی حیثیت دیں اس مکتوب کا مضمون یہ ہے:

"جو فقہاء اور علماء تمہارے یہاں موجود ہیں، ان سے کہو کہ وہ اپنے علوم کو اپنی مجلسوں اور مسجدوں میں بیٹھ کر عام کریں"۔ (۸)

چناں چہ پہلی صدی ہجری میں پورے عالم اسلام کے مرکزی شہروں اور چھوٹی بستیوں میں یہ سلسلہ جاری ہوگیا، اور مسجدیں مدارس بن گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کو اپنا تعلیمی مرکز قرار دیا، اس زمانہ میں زم زم کے پاس دو حوض تھے، جن پر غالبا چھت تھی، ایک چاہ زم زم اور رکن یمانی کے درمیان تھا، اس سے زم زم پیا جاتا تھا، اور دوسرا حوض اس کے پیچھے تھا، جس سے وضو کیا جاتا تھا، ان ہی دو حوضوں میں سے کسی ایک کے پاس مدرسہ ابن عباسؓ تھا، ارزقی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے:

''حضرت ابن عباسؓ کی علمی مجلس زم زم کے اس زاویہ میں ہوا کرتی تھی، جو صفا اور وادی سے ملا ہوا ہے، اور زم زم پر جانے والے کے بائیں جانب پڑتا ہے۔ (۹)

یہی ''مدرسہ ابن عباس'' تھا، جہاں بڑے بڑے علمائے اسلام آکر زانوئے ادب تہ کرتے تھے، اسی مدرسہ سے مجاہد بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، سعید بن جبیر، سلیمان بن یسار، ابوالزبیر، محمد بن مسلم، اور عکرمہ مولی ابن عباس رحمہم اللہ جیسے ائمہ دین وایمان نکلے، اور اسی مدرسہ میں حضرت ابن عباسؓ نے اپنے دور کے سیاسی ہنگامے سے الگ ہوکر درس وتدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔

حرم مکی کا یہ مدرسہ ابن عباسؓ بعد میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں کی وجہ سے مدتوں قائم رہا، اور عالم اسلام کے طلبہ اس سے فیض یاب ہوئے، چناں چہ آپ کے تلمیذ عطاء بن ابی رباح مکیؒ کے حال میں لکھا ہے:

''مسجد حرام کی زمین بیس سال عطاء بن ابی رباح کے لیے بستر بنی رہی، اور بقول ابن معین آپ نے ہمیشہ مکتب کی معلمی کی''۔ (۱۰)

آپ کے تلامذوں میں عالم اسلام کے چیدہ چیدہ علماء ہیں، جنھوں نے مکہ مکرمہ جاکر آپ سے پڑھا، اور اپنے اپنے ملک میں واپس آکر علم کی اشاعت کی۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علوم نبوت کا سب سے اہم مدرسہ تھی، اور جامعہ صفہ کی بنیادوں پر یہاں علمی وتعلیمی مشاغل ہمیشہ جاری رہے، مشہور تابعی عالم حضرت سعید بن مسیب مسجد نبوی میں تعلیم دیا کرتے تھے، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ اور سالم بن عبداللہ کے حلقۂ درس بھی مسجد نبوی میں ایک ہی جگہ ہوا کرتے تھے، اور ان دونوں بزرگوں کے بعد عبدالرحمن بن قاسمؒ اور عبداللہ بن عمرؓ نے اسی مقام پر اپنا اپنا حلقہ قائم کیا، پھر ان کے بعد اسی جگہ امام مالکؒ نے اپنا حلقۂ درس جاری کیا، یہ مقام قبر شریف اور منبر شریف کے درمیان خوخۂ عمرؓ کے پاس تھا۔ (۱۱)

حضرت نافعؒ صبح کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں حلقۂ درس قائم کرتے تھے، امام ربیعہ رائی بھی، مسجد نبوی ہی میں درس دیتے تھے، جس میں امام مالک اور اعیان واشراف مدینہ شرکت کرتے تھے، اور امام ربیعہ کو چاروں طرف سے گھیرے رہتے تھے۔ (۱۲)

سولہ سو سے زائد طالب علم شریک درس

امام محمد بن عجلان مدنی متوفی ۱۴۸ھ کا حلقۂ درس مسجد نبوی میں بہت بڑا ہوتا تھا۔

ملک شام میں مشہور صحابی حضرت ابو الدرداءؓ دمشق کی جامع مسجد میں قرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے، ایک دفعہ طلبہ کا شمار کیا گیا تو سولہ سو سے زائد طالب علم شریک درس تھے، حضرت ابو الدرداءؓ کا دستور تھا کہ جامع بنو امیہ دمشق میں فجر کی نماز ادا فرماتے، اور نماز کے بعد لوگ آپ کو قرآن پڑھنے کے لیے گھیر لیا کرتے، آپ دس دس آدمیوں کی جماعت بناتے، اور ہر جماعت کے لیے ایک "عریف" یعنی ذمہ دار اور نگراں مقرر فرماتے، خود محراب میں تشریف رکھتے، دائیں بائیں طلبہ کی جماعتوں کی نگرانی کرتے، جب کوئی طالب علم غلطی کرتا، تو عریف کی طرف رجوع کرتا، اور وہ اسے صحیح طور سے بتا دیتا اور جب عریف غلطی کرتا تو وہ حضرت ابو الدرداءؓ کی طرف مراجعت کرتا اور آپ اس کی تصحیح فرما دیتے تھے، ایک دن آپ نے خود اپنے طلبہ کا شمار کیا تو ان کی کل تعداد سولہ سو سے زائد ہی نکلی۔ (۱۳)

بصرہ کی جامع مسجد میں امام حسن بصریؒ کا حلقۂ درس قائم ہوتا، جہاں علم ومعرفت کے چشمے ابلتے، اور دنیا سیراب ہوتی، جامع بصرہ میں اور بھی تعلیمی حلقے ہوا کرتے تھے اور لوگ جس میں چاہتے جا کر بیٹھ جاتے، چنانچہ رئیس المعتزلہ واصل بن عطاء جب امام حسن بصریؒ کے حلقۂ درس سے اٹھا تو اس نے جامع بصرہ ہی میں اپنا الگ حلقہ قائم کیا، حماد بن سلمہ بن دینار کا حال یہ تھا کہ بسا اوقات امام حسن بصریؒ کے حلقے سے اٹھ کر علمائے ادب وعربیت کے حلقوں میں جا کر بیٹھ جاتے تھے، جو جامع بصرہ ہی میں ہوا کرتے تھے، مشہور امام لغت ابو عبیدہ بصرہ کی جامع مسجد میں ایک ستون سے

لگ کر بیٹھ جاتے اور ابو محمد یزیدی، خلف الاحمر دوسرے ستون سے لگ کر بیٹھ جاتے اور سب کے سب اپنے اپنے حلقے میں درس دیا کرتے تھے۔

فجر کی نماز کے بعد تعلیمی حلقے

بغداد کی مساجد میں تعلیمی حلقے منعقد ہوا کرتے تھے، فجر کی نماز کے بعد مسجد میں امام کسائی کی مجلس درس منعقد ہوا کرتی تھی، جس میں فراء، احمر، اور ابن سعدان جیسے ائمہ نحو وادب کا اجتماع ہوتا تھا، اور امام کسائی ان کو درس دیتے تھے۔

امام شافعیؒ جب بغداد سے مصر گئے تو آپ نے جامع عمرو بن عاص میں اپنا حلقۂ درس قائم کیا، اور تقسیم اوقات کر کے کتاب وسنت اور فقہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ شعر و ادب اور نحو ولغت کے طالب علموں کے لیے بھی ایک وقت مقرر فرمایا، جس میں دوسرے فن کے طلبہ شریک نہیں ہوتے تھے، اور صرف مخصوص طلبہ استفادہ کرتے تھے۔

امام طبریؒ جب ۲۵۳ھ میں مصر گئے تو انھوں نے بھی جامع عمرو بن عاصؓ میں اپنا حلقۂ درس منعقد کیا، اور اسی میں مشہور شاعر طرماح کے اشعار کا املا بھی کرایا۔

اسی طرح کوفہ کی جامع مسجد میں کمیت بن زیاد اور حماد نے اشعار عرب اور ایام عرب کا درس دیا۔ (۱۴)

ملک شام کے شہر حمص میں مشہور صحابی رسول حضرت معاذ بن جبلؓ کا درس وہاں کی جامع مسجد میں بڑی شان سے قائم ہوتا تھا، جس میں تقریباً پختہ عمر کے صحابہ کرام شامل ہوتے تھے، ان کے حلقۂ درس کا نقشہ راوی ابو مسلم خولانی کی زبانی سنئے

کے قابل ہے:

''میں نے حمص کی جامع مسجد میں جاکر دیکھا کہ تقریباً تیس ادھیڑ عمر کے صحابہ کرام موجود ہیں اور ان کے درمیان ایک نوجوان ہے، جس کی آنکھیں سرگیں اور دانت چمک دار ہیں ۔ یہ نوجوان خاموش ہے، اور جب کسی بات میں شک کرتے ہیں تو اسی سے دریافت کرتے ہیں، مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں'' ۔ (۱۵)

ابو بحریہ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حمص کی جامع مسجد میں گیا، دیکھا کہ ایک نوجوان گھونگھریال ہے، جس کے اردگرد لوگ ہیں، اور جب وہ بات کرتا ہے، تو اس کے منہ سے گویا موتی جھڑ رہے ہیں ۔لوگوں نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔

ایام حج میں جب عالم اسلام کے عوام وخواص مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے اور ہر ملک کے منتخب حضرات آپس میں ملاقات کرتے تو اس مبارک موقع پر علماء اور محدثین ایک دوسرے سے تحصیلِ علم کرتے، احادیث کی سند واجازت لیتے اور دینی علوم ومسائل میں تبادلہ خیالات کرتے، ان حضرات کا مرکز مسجد حرام کا صحن اور اس کی مجالس و حلقات ہوا کرتے تھے، تذکرہ ورجال کی کتابوں میں اس کے بہت سے واقعات ہیں۔

اسی طرح ایام منیٰ میں مسجدِ خیف، عالم اسلام کے علماء کا مرکز ہوا کرتی تھی، اور اس میں ان کے علمی حلقے ہوا کرتے تھے، جن میں قرآن وحدیث اور مناسک کے مسائل بیان کیے جاتے تھے، اور درس وتدریس کی شکل ہوتی تھی، چناں چہ شیخ الکوفہ حافظ حکم بن عتیبہ کوفی ۱۱۵ھ ایام منیٰ میں مسجد خیف میں بیٹھا کرتے تھے، اور دوسرے بلاد

وامصار کے علماء ان کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے تھے، مجاہد بن رومی کا بیان ہے:

''میں حکم بن عتیبہ کے علم وفضل کا مشاہدہ اس وقت کرتا تھا جب کہ علمائے اسلام مسجد منیٰ میں جمع ہوتے تھے، تو میں ان کو ''حکم'' کے سامنے بچہ سمجھتا تھا'' ۔ (۱۶)

اسلامی علوم کی تاریخ میں علمائے اسلاف کے اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ساری علمی سرگرمیاں جوامع اور مساجد سے وابستہ ہوا کرتی تھیں، اور ان کے بام ودر، درس گاہ ہوا کرتے تھے، بعد میں انھیں حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، علمائے اسلام نے جوامع ومساجد کو دینی علوم کی اشاعت کے لیے بہترین جگہ قرار دے کر ان میں تعلیمی سرگرمی جاری فرمائی۔

چناں چہ امام ابوالحامد حماد بن ابراہیم صفارؒ بخارا کی جامع مسجد میں جمعہ کے امام تھے اور ان کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کی صبح کو جامع مسجد میں حدیث کا املاء کراتے تھے، سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

''آپ ہر جمعہ کی صبح کو بخارا کی جامع مسجد میں حدیث کا املاء کراتے تھے''۔ (۱۷)

امام ابوبکر احمد بن سلیمان حنبلی بغدادیؒ بغداد کی جامع منصور میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے اور بعد دو حلقے منعقد کرتے تھے، ایک میں فقہ حنبلی کے فتاوے اور مسائل بیان کرتے اور دوسرے میں حدیث کا املا کراتے، اس طرح ان کی مرویات اور علوم خوب پھیلے اور عامۃ المسلمین کو ان سے استفادہ کا خوب موقع ملا ۔

امام سہمی ''تاریخ جرجان'' میں لکھتے ہیں:

"بغداد کی جامع منصور میں جمعہ کے دن آپ کے دو حلقے ہوا کرتے تھے، ایک نماز جمعہ سے پہلے، اور دوسرا نماز کے بعد، ایک فقہ حنبلی کی رو سے فتویٰ دینے کے لیے ہوتا تھا، اور دوسرا حدیث کے املا کے لیے۔ آپ ان محدثین میں ہیں، جن کی روایات و احادیث عام ہوئیں، اور خوب پھیلیں"۔ (۱۸)

امام ابو معمر مفضل جرجانیؒ اپنے استاذ امام ابوسعد اسماعیل بن احمد جرجانیؒ وغیرہ کی طرح جرجان کی سب سے بڑی مسجد میں نہایت شان کے ساتھ مدتوں ہفتہ میں ایک بار ہر سنیچر کو حدیث کا املا کراتے تھے، تاریخ جرجان میں ہے:

"مفضل نے جرجان کی بڑی مسجد میں اپنے اسلاف کی عادت کے مطابق ۴۳۲ھ سے ۴۴۰ھ سے زائد تک ہر سنیچر کو کرسی پر بیٹھ کر حدیث کا املا کرایا"۔ (۱۹)

واسط کی جامع مسجد میں عبد الغفار حصینیؒ کا حلقۂ درس قائم تھا، جس میں قرآن کی تعلیم ہوتی تھی، اس حلقہ کے شرکاء، غریب اور مجبور طلباء کی مدد بھی کرتے تھے۔

چناں چہ ابواسحاق ابراہیم بن سعید رفائی ضریر بچپن میں واسط گیے اور اسی حلقے میں داخل ہوکر قرآن کی تعلیم حاصل کی، اور یہیں سے ان کے کھانے کا انتظام ہوا۔

صلاح الدین صفدی "نکت الهمیان" میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

یہ بچپن میں واسط آئے، تو نابینا ہونے کے ساتھ ساتھ سخت محتاج اور فاقہ مست تھے، عبد الغفار حصینیؒ کے حلقۂ درس میں آکر قرآن کی تعلیم حاصل کی، ان کو کھانا بھی حلقہ والوں کی طرف سے ملنے لگا۔

یہاں پر قرآن کی تعلیم مکمل کر کے بغداد چلے گیے، اور ابوسعید سیرافی کی خدمت میں رہ کر ان کی شرح کتاب پڑھی، اور لغات و دواوین کی کتابیں بھی ان سے پڑھیں، اور جب تعلیم مکمل کر کے واسط لوٹے، تو ان کے پہلے استاذ عبد الغفار حصینی کا وصال ہو چکا تھا، اور استاذ کی جگہ سنبھالتے ہوئے، جامع مسجد میں قرآن کی تعلیم کا حلقۂ درس جاری کیا، صلاح صفدی کا بیان ہے:

"امام ابراہیم واسط کی جامع مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے لگے"۔ (۲۰)

ابو محمد عبد الکریم بن علی بن محمد قضائی نحوی نابینا تھے، مگر اسکندریہ کی جامع مسجد میں ان کا حلقۂ درس جاری رہتا تھا، جس میں نحو کی تعلیم دیتے تھے، صلاح صفدی نے لکھا ہے:

"ان کا حلقۂ درس اسکندریہ کی جامع مسجد میں ہوا کرتا تھا، جس میں وہ نابینا ہونے کے باوجود علم نحو کا درس دیا کرتے تھے"۔ (۲۱)

امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن سلامہؒ نابینا مقری ومفسر تھے، تفسیر، نحو اور ادب کے بہت بڑے حافظ تھے، بغداد کی جامع منصور میں ان کا مستقل حلقۂ درس تھا، جس میں وہ درس دیا کرتے تھے، ان کے حال میں لکھا ہے:

"ان کا حلقۂ درس بغداد میں جامع منصور کے اندر جاری رہتا تھا"۔ (۲۲)

ابوخمرہ محمد بن ابراہیم صوفی بغدادیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے حلقہ نشینوں میں بڑے پایہ کے بزرگ تھے، قرأت کے زبردست عالم تھے، ان کے حال میں علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

"وہ پہلے جامع رصافہ میں تصوف کے مسائل بیان کیا کرتے تھے، پھر شہر بغداد کی جامع مسجد میں معرفت کی باتیں بیان کرنے لگے"۔ (۲۳)

امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم شافعی حدیث کے زبردست امام تھے، جب دیلمیوں نے بغداد میں عوام کو صحابہ کرام کے فضائل بیان کرنے سے روکا، تو موصوف اس زمانے میں صحابہ کرامؓ کے فضائل کی احادیث کا املا کراتے، اور ان کا درس دیتے تھے وہ بھی کہیں چھپ کر نہیں، بلکہ جامع مسجد کے اندر اور اپنی مسجد کے اندر جو باب الشام میں واقع تھی، امام ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

"ابوبکر شافعی اس وقت شہر کی جامع مسجد میں اور اپنی مسجد میں جو کہ باب الشام میں واقع تھی، صحابہ کرامؓ کے فضائل لکھایا کرتے تھے جس کا مقصد ثواب اور نیکی تھا"۔ (۲۴)

ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن سلامہ مفسر نابینا تھے، قرآن کی تفسیر میں سب سے زیادہ ان کو علم و دخل تھا، تفسیر کی تعلیم کے لیے ان کا حلقۂ درس بغداد کی "جامع منصور" میں منعقد ہوا کرتا تھا، اور پوری زندگی آپ نے اسی میں تعلیم میں دی حتیٰ کہ جب انتقال ہوا تو جامع منصور کے قبرستان میں دفن کیے گئے، ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

"آپ کا حلقۂ درس "جامع منصور" میں تھا، اور جامع منصور کے قبرستان میں آپ دفن کیے گئے"۔ (۲۵)

امام ابن زرقویہ ابوالحسن محمد بن احمد بزاز المتوفی ۴۱۲ھ بڑے باکمال علمائے اسلام میں سے ہیں، خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ آپ نے ۳۸۰ھ کے بعد سے مرتے

وقت تک شہر بغداد کی جامع مسجد میں حدیث کا املا کرایا ہے یعنی تقریباً ۳۲ رسال تک جامع بغداد میں حدیث رسول (ﷺ) کا درس دیا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"آپ نے ۳۸۰ھ کے بعد سے وفات تک (۴۱۲ھ) شہر بغداد کی جامع مسجد میں احادیث کا املا کراتے رہے"۔ (۲۶)

پہلی صدی ہجری سے لے کر چوتھی صدی ہجری تک کی جوامع و مساجد کی تعلیمی سرگرمیوں کی یہ چند مثالیں قارئین کے سامنے مسلمانوں کے دور اقبال کی علمی و تعلیمی سرگرمی اور جامع مسجدوں کی مرکزیت کو اچھی طرح واضح کر رہی ہیں۔

ذیل میں ہم اس دور کا اجمالی نقشہ پیش کر رہے ہیں، جو جامع مسجدوں میں تعلیم و تعلم سے تعلق رکھتا ہے، اس سے مزید روشنی ملے گی۔

عالم اسلام کی مسجدوں میں تعلیم کا اجمالی نقشہ

مسلمان جغرافیہ نویسوں، سیاحوں اور مؤرخوں نے اپنی کتابوں میں اس بات کو خصوصیت سے بیان کیا ہے، اور ہر شہر کی جامع مسجد کے علمی حلقے اور دینی مشغلے کی تصریح کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے عالم اسلام میں مسجدوں کا کیا مقام تھا؟ اور عوام ان میں کس طرح تعلیم حاصل کرتے تھے۔

چناں چہ مشہور جغرافیہ نویس اصطخریؒ نے "مسالک الممالک" میں "ہرات" کی جامع مسجد کا حال لکھتے ہوئے بلخ اور بجستان کی جوامع کا حال یوں لکھا ہے:

"خراسان، ماوراء النہر، بجستان، اور جبال کے کسی شہر میں ہرات کی جامع مسجد

سے زیادہ انسانوں سے ہر وقت آباد کوئی مسجد نہیں ہے۔اس کے بعد بلخ کی جامع
مسجد پھر جرجان کی جامع مسجد کا نمبر ہے۔ان مسجدوں میں فقہاء کے حلقے ہوتے ہیں
اور لوگ ان میں شام اور عصر والوں کی عادت کے مطابق کثرت سے جمع ہوتے ہیں
اور ان مقامات کی دیگر مساجد میں لوگ جمعہ کے دن آتے ہیں"۔ (۲۷)

اس کے بعد اصطخری نے بلخ کی جامع مسجد کو بیان کرتے ہوئے اس کی تعلیمی
مرکزیت و اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"بلخ کی مسجد ہمیشہ لوگوں سے آباد رہا کرتی ہے"۔ (۲۸)

چوتھی صدی ہجری میں دمشق کی جامع بنی امیہ میں امام اوزاعی کے مسلک والوں کی
علمی اور تعلیمی مجلس ہوا کرتی تھی، یہاں پر محدثین کا مسلک رائج تھا، اور شافعی فقہاء کی
کثرت تھی، علامہ مقدسی بشاری "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" میں لکھتے ہیں:

"جامع دمشق میں اوزاعی فقہ کے ماننے والوں کی مجلس ہوتی ہے، اور دمشق میں عام
عمل محدثین کے مسلک پر ہے، اور یہاں کے فقہاء شافعی المسلک ہیں"۔ (۲۹)

بیت المقدس کی جامع مسجد میں علمی مجلسیں جاری تھیں، مگر ان پر فرقہ کرامیہ کا قبضہ تھا
مقدسی کا بیان ہے:

"بیت المقدس میں فرقہ کرامیہ کے لوگ آباد ہیں، یہاں پر ان کی خانقاہیں، اور
علمی مجلسیں ہیں"۔ (۳۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے بعد وعظ کی مجلسیں

خاص مسجد اقصیٰ میں فقہائے احناف دن رات رہتے تھے اور ظہر سے عصر تک پھر
مغرب سے عشاء تک تعلیم و تعلم کا حلقہ جاری رکھتے تھے، اور دوسری جامع مسجدوں
میں قراء کی مجلسیں برپا ہوتی تھیں۔ علامہ مقدسی بشاری کا بیان ہے:

"مسجد اقصیٰ میں حنفیوں کی مجلس ذکر و وعظ منعقد ہوتی ہے، جس میں وہ کتاب پڑھ
کر لوگوں کو سناتے ہیں، فرقہ کرامیہ والے بھی یہاں پر اپنی خانقاہوں میں اسی طرح
ذکر و وعظ کرتے ہیں، مسجد اقصیٰ کے محافظین جمعہ کے دن نماز کے بعد تہلیل کہتے ہیں،
اور فقہاء ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے درمیان بیٹھتے ہیں، اسی طرح قاریوں کی
مجلسیں دوسری جوامع میں ہوتی ہیں"۔ (۳۱)

اقلیم مصر کی جامع مسجدیں رات دن تعلیم و تعلم سے معمور رہا کرتی تھیں، اور
پورے عالم اسلام میں مصر کی جوامع کو اس بارے میں خصوصی شرف حاصل تھا، شہر
فسطاط میں واقع جامع عمرو بن عاصؓ کے متعلق علامہ مقدسی کا بیان ہے:

"پورے عالم اسلام میں جامع فسطاط کی مجلس سے بڑی مجلس کہیں نہیں ہوتی، پورے
ملک مصر میں یہ جامع مسجد ہر جگہ سے زیادہ آباد ہے"۔ (۳۲)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"عالم اسلام کی چھ جامع مسجدوں میں سب سے زیادہ بھیڑ اسی میں ہوتی ہے"۔ (۳۳)

مصر کے شہر فسطاط میں واقع "جامع عمرو بن عاص" جسے لوگ بعد میں "جامع سلطان"
کے نام سے یاد کرتے تھے، اس میں دینی اور علمی بھیڑ بھاڑ کا یہ حال تھا، علامہ مقدسیؒ

کی چشم دید شہادت ہے کہ پورے اقلیم مصر کی تمام جامع مسجدوں میں تعلیم وتعلم اور
وعظ ونصیحت کا یہی حال ہے، اور ان میں قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ ادب وحکمت
کی تعلیم بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''اقلیم مصر کی تمام جامع مسجدوں میں یہ رسم جاری ہے کہ روزانہ فجر کی نماز سے جب
امام فارغ ہو جاتا ہے، تو اس کے سامنے قرآن شریف رکھا جاتا ہے، اور وہ اس سے
ایک حصہ پڑھتا ہے، اور لوگ اس طرح جمع ہو کر سنتے ہیں، جیسے واعظوں کے پاس
جمع ہوتے ہیں، اور اہل مصر کی جامع مسجدیں مغرب اور عشاء کے درمیان فقہاء، قراء،
اہل ادب اور ارباب فن وحکمت سے بھری رہتی ہیں''۔ (۳۳)

نیز علامہ مقدسی کا بیان ہے کہ میں اپنے اہل وطن یعنی بیت المقدس والوں کے
ہمراہ مصر کی جامع مسجدوں کے علمی حلقوں اور تعلیمی مجلسوں میں آیا جایا کرتا تھا،
بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ہم لوگ ایک علمی حلقے میں بیٹھے ہوئے، حدیث کا مذاکرہ
کرتے ہوتے کہ اپنے دونوں جانب سے یہ آواز سنتے:

''اپنے رخ کو ہماری مجلس کی طرف پھیر دو''۔

جب ہم دیکھتے تو دائیں بائیں دونوں طرف علمی مجلسیں برپا ہو جایا کرتی تھیں اور
ہم ان کے درمیان ہوتے تھے۔

اقلیم مصر میں یہ تعلیمی اور علمی سرگرمیاں صرف چند جامع مسجدوں تک محدود نہیں تھیں،
بلکہ وہاں پر علمی ذوق اس قدر عام تھا کہ ہر مسجد کا یہی حال تھا، اور بقول مقدسیؒ یہی

حال مصر کی تمام مسجدوں کا ہے۔

نیز علامہ مقدسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ایک مسجد کی علمی مجلسوں کا شمار کیا
تو کل ایک سو دس نکلیں، میں نے خود شمار کیا تو اس مسجد میں ایک سو دس مجلسیں قائم تھیں۔

تہائی رات تک تعلیمی حلقے

مصر کی جامع مسجدوں کی یہ عالی درس گاہیں عام طور سے عشاء کے بعد بند ہو جاتی
تھیں، مگر بعض مجلسوں میں شوقین حضرات تہائی رات تک پڑھنے پڑھانے میں
مشغول رہا کرتے تھے، ان میں اکثریت عوام کی ہوتی، جو بازار کے آس پاس رہتے
تھے، یا بازار بند کرتے کراتے ان کو دیر ہو جاتی تھی، اور عشاء کے قبل والے حلقۂ
درس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے، مقدسی کا بیان ہے:

''عشاء کی نماز کے بعد یہ علمی مجلسیں ختم ہو جاتی ہیں، مگر بعض لوگ تہائی رات تک جمے
رہتے ہیں، اور جامع مسجد کے اس آخری حلقہ سے واپسی پر اکثریت عوام کی ہوتی ہے''۔

ان جوامع کی علمی مجلسوں میں قراء اور مجودین کی مجلسیں سب سے زیادہ آباد اور بڑی
ہوا کرتی تھیں، جن کی نظیر پورے عالم اسلام میں نہیں تھی، مقدسیؒ کہتے ہیں:

''تم کو مصر کے سوا اور کہیں قراء کی اتنی بڑی بڑی مجلسیں نظر نہیں آئیں گی''۔

جوامع ومساجد میں تعلیم وتعلم کی یہ سرگرمیاں روزانہ کے معمولات میں داخل تھیں،
اور جمعہ کے دن تو خصوصیت سے پورے دن بازار بند رہتے تھے، اور تمام تاجر اور
خریدار سویرے جامع مسجد میں آکر ذکر وشغل، نماز اور تعلیم وتعلم میں مصروف رہتے

تھے، مقدسی کا بیان ہے:

"ان کے بازار جمعہ کے دن بند رہتے تھے"۔ (۳۵)

اقلیم مشرق کے عام بلاد و امصار میں جمعہ کے دن صبح ہی کو جامع مسجدوں میں علماء، فضلاء، قراء، مذکرین، اور اعیان و اشراف جمع ہوتے، اور نہایت اہتمام اور خوش الحانی سے قرآن پڑھتے، یہ پاک مجلسیں دس بجے سے پہلے پہلے ختم ہو جاتی تھیں۔

اقلیم مشرق کے ذکر میں علامہ مقدسی لکھتے ہیں:

"جمعہ کے ایام میں صبح کے وقت اعیان شہر کی مجلس ہوتی ہے، جس میں قراء دن چڑھے تک قرآن پڑھتے ہیں"۔ (۳۶)

اقلیم خوزستان میں رواج تھا کہ صبح کی نماز کے بعد جامع مسجدوں میں قرآن پڑھنے کا اجتماع ہوتا، اور روزانہ امام مجمع کے ساتھ ایک ختم قرآن پڑھتا تھا، علامہ مقدسی لکھتے ہیں:

"جامع مسجدوں کے امام جب صبح کی نماز ادا کر لیتے ہیں، تو لوگ ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں، اور امام ان کو لے کر ختم قرآن کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں، یہی طریقہ شیراز میں بھی جاری ہے"۔ (۳۷)

اسی اقلیم کے مشہور شہر "عسکر" کے لوگوں میں عقل و فہم اور علم و فضل کی بڑی بہتات تھی، اور روزانہ فجر کی نماز کے بعد دن چڑھے تک مسجدوں کے اندر مجلسوں اور درس تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اور بقول مقدسیؒ:

"عسکر والوں میں عقل مند اور سمجھ دار لوگ ہیں، ان میں اکثر عالم ہیں، تم ان کو دیکھو گے کہ دن چڑھے تک مسجدوں میں درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں"۔ (۳۸)

علمی مجالس کے بعد دعائیں

مقدسیؒ نے شیراز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، پہلے بتایا ہے کہ وہاں پر روزانہ فجر کے بعد لوگ امام کے ساتھ ختم قرآن کی مجلسیں قائم کرتے ہیں، اور آخر میں دعا کرتے ہیں، آگے شیراز کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہاں حضرات صوفیاء بہت ہیں اور قراء کی مجلسیں ہوتی ہیں، اور ہر جمعہ کی صبح کو ختم قرآن کی پاکیزہ اور بابرکت مجالس ہوتی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"شیراز میں صوفیاء کی کثرت ہے، قاریوں کی مجلسیں ہیں، اور لوگ ہر جمعہ کی صبح کو ختم قرآن کرتے ہیں، جس میں بڑی تابانی اور رونق ہوتی ہے"۔ (۳۹)

پورے اقلیم فارس میں دستور تھا کہ علماء روزانہ عصر کے بعد سے .... مغرب تک اور فجر کے بعد عوام الناس کو باقاعدہ درس دیتے تھے، اور مسجدوں میں ان کے تعلیمی حلقہ جات قائم ہوتے تھے، عام طور سے ہر مسجد میں ایک عالم کی مجلس درس ہوتی تھی، البتہ جمعہ کے دن جامع مسجدوں میں متعدد علمی اور تعلیمی مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، جن میں مقامی بستیوں کے علاوہ اطراف و جوانب کے آئے ہوئے لوگ شریک ہوتے تھے، علامہ مقدسی کا بیان ہے:

"اہل فارس کی عادات میں سے یہ بھی ہے کہ روزانہ عصر کی نماز کے بعد سے

مغرب تک علماء، عوام کو پڑھانے کے لیے مسجدوں میں بیٹھتے ہیں، اسی طرح ہر دن صبح کو ان کی یہ تعلیمی مجلس ہوتی ہے، البتہ جمعہ کے دنوں میں لوگ اپنی اپنی جامع مسجدوں میں مختلف حلقوں اور متعدد مجلسوں میں مجتمع ہوتے ہیں"۔ (۴۰)

بصرہ میں صلحاء اور عباد واتقیاء تھے، اور بصرہ کی جامع مسجد میں ان کا اجتماع ہوا کرتا تھا، تا کہ لوگ آ کر ان سے فیض حاصل کریں، اور دین کی باتیں سیکھیں، وہاں پر ایک خاص رسم یہ تھی کہ ہر روز فجر کی نماز کے بعد امام خطبہ دیتا، اور دعا کرتا، یہ طریقہ مقامی روایات کی رو سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا جاری کردہ تھا،

علامہ مقدسی بشاریؒ بصرہ کے حال میں لکھتے ہیں:

"بصرہ کے صلحاء واتقیاء، وہاں کی جامع مسجد میں اس لیے ٹھہرتے ہیں کہ لوگ اطراف وجوانب سے آ کر ان کی علمی اور دینی مجلس میں جمع ہوں، امام مسجد روزانہ صبح کو وعظ و تقریر کرتا ہے، اور اس کے بعد دعا کرتا ہے، اہل بصرہ کا کہنا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سنت ہے"۔ (۴۱)

بصرہ کی جامع مسجد وہی مقامِ مقدس ہے، جہاں امام حسن بصریؒ کی مجلس درس منعقد ہوتی تھی، اور دنیا سمٹ کر اس مسجد میں آتی تھی، حضرت حسن بصریؒ کے بعد بھی اس کی علمی اور تعلیمی مرکزیت باقی رہی۔

مسلمان سیاحوں، اور جغرافیہ نویسوں کی ان تصریحات سے اجمالی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پورے عالم اسلام میں مسلمانوں کی مسجدیں ان کے دینی علوم وفنون کی عام

درس گاہیں تھیں، اور خصوصاً جامع مسجدیں، اپنے معلموں اور متعلموں کی کثرت اور علوم وفنون کی تعلیم کے لحاظ سے آج کل کی یونیورسٹیوں سے کہیں زیادہ کامیاب تھیں۔

مساجد میں وعظ وفتویٰ کا انتظام

جامع مسجد کی تعلیمی مرکزیت کی یہ چند مثالیں ہیں، اسی پر پورے عالم اسلام کی جامع مسجدوں کو قیاس کرنا چاہیے۔ پھر مسلمانوں نے دینی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کے لیے اپنی جوامع کو ایسے عوامی مقامات بنایا، جہاں ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے لوگ آسانی سے آ کر درس میں شریک ہو سکیں، اس مقصد کے لیے شہروں کے وسطی علاقے بہت مناسب تھے، جہاں بازار ہوا کرتے ہیں، اور لوگوں کا مجمع ہوتا ہے۔

چناں چہ عالم اسلام کی تقریباً ہر جامع مسجد بازار کے بیچ میں ہوا کرتی تھی، ہرات کی جامع مسجد جس کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے کہ رات دن آباد رہا کرتی تھی، اور ہر وقت لوگ اس میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہا کرتے تھے، عین وسط بازار میں واقع تھی، اصطخریؒ نے تصریح کی ہے:

"ہرات کی جامع مسجد کے چاروں طرف بازار ہے"۔ (۴۲)

بلخ کی جامع مسجد بھی رات دن مسلمانوں سے آباد رہا کرتی تھی، اور اس میں تعلیم و تعلم کا مشغلہ جاری رہتا تھا، وہ بھی وسط بازار میں واقع تھی، بقول اصطخریؒ:

"بلخ کے بازار اس کی جامع مسجد کے چاروں طرف ہیں"۔ (۴۳)

بجستان کے شہر زرنگ میں جو جامع مسجد تھی وہ بھی بازاروں کے بیچ میں واقع تھی،

اصطخری کا بیان ہے:

''زرنگ شہر کے اندر کے بازار جامع مسجد کے اطراف وجوانب میں واقع ہیں''۔ (۴۴)

شہر رقہ کی جامع مسجد بزازوں کے بازار میں واقع تھی، اوراس کے بیرونی علاقے کی جامع مسجد زرگروں کے بازار میں تھی، اصطخری کا بیان ہے:

''رقہ شہر کے باہر کی جامع مسجد زرگروں میں تھی، اور اندرون شہر کی جامع مسجد بزازوں میں تھی''۔ (۴۵)

اسی طرح تقریباً پورے عالم اسلام کی جامع مسجدیں شہر کے وسطی علاقوں اور بازاروں میں بنائی جاتی تھی، تاکہ عوام آسانی سے ان کے علمی، تعلیمی، تبلیغی اور دینی اجتماعات و حلقات میں شریک ہوسکیں۔

ان جوامع میں ہر قسم کی تعلیم کا انتظام ہوا کرتا تھا، اور کسی فن کے طالب علم کو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، حدیث، قرآن، تفسیر، قرأت، تصوف، نحو، ادب اشعار، حکمت وفلسفہ غرض کی تمام مروجہ علوم وفنون کی تعلیم اس جوامع میں خاطر خواہ ہوتی تھی، اور خواص وعوام اس میں شریک ہوکر استفادہ کرتے تھے، ساتھ ہی ساتھ جامع مسجدوں میں خاص خاص اوقات میں کچھ دینی عادتیں اور مذہبی رسمیں بھی جاری تھیں، کہیں ختم قرآن کی مجلس ہوتی تھی، کہیں دعا کے لیے اجتماع ہوتا تھا، اور کہیں واعظین ومذکرین تذکیر وموعظت کی مجلس سجاتے تھے، اور کہیں فتویٰ کا انتظام ہوتا تھا، اور

مفتیوں کے حلقے قائم ہوتے تھے، جس میں عوام وخواص شریک ہوتے، اور دین کی باتیں سنتے اور دریافت کرتے۔

کتاب میں دیکھ کر دین کی تعلیم وتبلیغ

ملک شام کے احناف مسجد اقصیٰ میں وعظ وتذکیر کا حلقہ کیا کرتے تھے، اور زبانی وعظ نہیں کہتے تھے، بلکہ کتاب میں دیکھ کر قرآن وحدیث اور واقعات واخبار بیان کیا کرتے تھے، کیوں کہ یہ طریقہ احتیاط سے زیادہ قریب تھا، اور فرقہ کرامیہ کے لوگ اپنی خانقاہوں میں وعظ وتذکیر کا اہتمام کرتے تھے، اسی طرح عالم اسلام میں جہاں عام مقامات اور خاص خاص جگہوں پر وعظ کی مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، وہاں جامع مسجدوں میں خصوصی مجالس وعظ برپا ہوتی تھیں اور لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہوکر دین کی باتیں معلوم کرتے تھے۔

مشہور زاہد وبزرگ حضرت شیخ ابو طالب مکیؒ (محمد بن علی بن عطیہ) صاحب ''قوت القلوب'' بغداد کی جامع مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔

ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

''آپ بغداد کی جامع مسجد میں عوام کو وعظ سنایا کرتے تھے''۔ (۴۶)

امام ابو القاسم عبد الصمد بن عمر دینوریؒ قرآن وحدیث کے زبردست عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے واعظ تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی زندگی کا نمایاں وصف ہے، آخری دور میں مختلف جامع مسجدوں میں جاکر وعظ فرمایا کرتے تھے، اس

سے ان کی خوب شہرت ہوئی اور شاگردوں کا حلقہ وسیع ہوا، ان کے تذکرے میں ہے کہ انھوں نے آخر میں وعظ کہنے اور اس کے لیے جامع مسجدوں میں حاضری دینے کو اپنا معمول بنالیا تھا، اس کی وجہ سے آپ کے شاگرد زیادہ ہو گیے اور شہرت ملی ۔ (۴۷)

ابو جعفر محمد بن یعقوب ابن الفرخی بڑے مال دار عالم تھے، ساری دولت طلب علم، اور فقراء پر خرچ کر دی، امام یحییٰ بن مدینیؒ کی صحبت میں رہ کر ان سے روایت کی، حدیث وفقہ کے ساتھ ساتھ زہد وتصوف میں آگے آگے بھی تھے، ذوالنون مصریؒ اور ابو تراب بخشیؒ کی صحبت سے فیض یاب تھے، ان کا گھر کتابوں سے بھرا ہوا تھا، رملہ کی جامع مسجد میں وعظ کہا کرتے تھے، ابن جوزیؒ نے تصریح کی ہے:

''وہ رملہ کی جامع مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے''۔ (۴۸)

ابوالحسن علی بن ہلال کا بیان ہے:

''بغداد کی جامع مسجد میں واعظانہ قصے بیان کرتے تھے''۔ (۴۹)

نیز ان جوامع میں عامۃ المسلمین کی آسانی کے لیے درس وتدریس اور وعظ وتذکیر کی مجالس وحلقات کی طرح فتاویٰ کی مستقل مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں جن میں علماء فتویٰ دیا کرتے تھے، جیسا کہ امام ابو بکر احمد بن سلیمان حنبلیؒ کے دو حلقے بغداد کی ''جامع منصور'' میں ہوا کرتے تھے، ان میں سے ایک فتویٰ کے لیے مخصوص تھا، جس میں آپ فقہ حنبلی کی رو سے فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اسی طرح امام ابوالقاسم عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد دارکیؒ فقہ شافعی کے امام ومفتی

تھے، اور ان کے زمانے میں شوافع میں آپ کو سب سے بلند مقام حاصل تھا، آپ ایک مسجد میں حلقۂ درس قائم کرتے تھے اور بغداد کی جامع مسجد میں فتویٰ کا ایک حلقہ بھی قائم کرتے تھے۔

امام ابن جوزیؒ کا بیان ہے:

''آپ محلہ ربیع کے در بیعہ ابو خلف میں واقع مسجد دعلج میں درس دیتے تھے، اور شہر بغداد کی جامع مسجد میں آپ کا ایک حلقہ فتویٰ اور بحث ومباحثہ کے لیے ہوا کرتا تھا''۔ (۵۰)

فقیہ ابو بکر عبدالغفار بن عبدالرحمن دینوریؒ متوفی ۴۰۵ھ بغداد کی جامع مسجد کے متولی ونگراں تھے، امام سفیان ثوریؒ کے مسلک پر اسی مسجد میں فتویٰ دیا کرتے تھے، کہا جاتا ہے آپ بغداد میں آخری فقیہ ہیں، جنھوں نے فقہ ثوری پر فتویٰ دیا، اس کے بعد اس فقہ کا رواج ختم ہوگیا، چناں چہ ان کے تذکرے میں ہے:

''بغداد میں آپ آخری عالم تھے، جنھوں نے امام سفیان ثوریؒ کے مسلک پر ''جامع منصور'' میں فتویٰ دیا، آپ اس جامع مسجد کے ناظر اور قیم بھی تھے''۔ (۵۱)

جامع مسجدوں میں وعظ اور فتویٰ کی عام مجلسوں کا پتہ اس روایت سے بھی چلتا ہے کہ ۲۸۴ھ میں معتضد نے منبروں پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کی مہم جاری کرنی چاہی، اور جب عبیداللہ بن سلیمان نے عوام کے اضطراب سے اسے ڈرایا اور فتنہ کا خطرہ ظاہر کیا تو اپنا کام کرتے ہوئے اس نے عام اجتماعات کو ممنوع قرار دیتے

ہوئے جوامع ومساجد میں وعظ اور فتویٰ کی مجلسوں کو بھی غیر قانونی اجتماع قرار دے دیا، المنتظم میں ہے:

''واعظین جامع مسجدوں میں اور راستوں میں بیٹھنے سے روک دیئے گیے، اور دوکان داروں کو ان کی جگہوں پر بیٹھنے کے لیے روکا گیا، اور فتویٰ کا حلقہ قائم کرنے والوں اور دوسرے لوگوں کو مسجد میں بیٹھنے سے منع کیا گیا''۔ (۵۲)

ان روایتوں سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ جوامع ومساجد میں فتویٰ کی مجلسیں اور حلقے منعقد ہوا کرتے تھے، اور عوام نہایت آسانی سے ان میں جاکر مسائل دریافت کرلیا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محلہ وار مسجدوں میں تبلیغی اور تعلیمی سرگرمیاں

جوامع اور بڑی مساجد کے علاوہ محلہ کی مسجدوں میں اس طرح علماء درس دیتے تھے، اور مستقل رہتے تھے کہ بہت سی مسجدیں ان کی نسبت اور نام سے مشہور ہوگئیں ان محلہ وار مسجدوں میں یہ ائمہ دین مستقل طور سے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، اور خاص وعام اس میں شریک ہوکر فیض یاب ہوتے تھے، بعض حالات میں جامع مسجدوں کے مقابلہ میں یہ محلہ وار مسجدیں زیادہ مفید ثابت ہوا کرتی تھیں، اور ان کا تعلیمی فیض بہت زیادہ ہوتا تھا، اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن شریف کی مفت تعلیم

حضرت ابومنصور محمد بن احمد بن علی شیرازیؒ بڑے پایہ کے قاری ومقری اور عابدوزاہد تھے، زمانہ کے مشہور قراء ابونصر احمد بن عبدالوہاب بن مسرور وغیرہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی، آپ نے بغداد میں دارالخلافہ کے قریب ''مسجد ابن جردہ'' میں مدت دراز تک اندھوں کو قرآن کی تعلیم دی، اور تن خواہ لینا تو درکنار الٹے لوگوں سے رقمیں مانگ مانگ کر اپنے نابینا شاگردوں پر خرچ کرتے تھے، اس طرح آپ نے بے شمار اندھوں کو قرآن شریف کی تعلیم اس مسجد میں دی، علامہ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں:

''آپ بغداد میں ابن جردہ کی مسجد کے امام تھے، جو دارالخلافہ کے حدود میں واقع تھی، اس مسجد میں مدتوں رہ کر آپ نے اندھوں کو بلاکسی اجرت کے لوجہ اللہ تعلیم دی، اور عوام سے مانگ مانگ کر ان پر خرچ کرتے تھے، اس طرح مخلوق کثیر نے آپ سے قرآن پڑھا، یہاں تک کہ جن اندھوں نے آپ سے قرآن پڑھا، ان کی تعداد ستر ہزار ہے''۔

یہ تعداد بظاہر مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے، مگر قیاس سے بعید نہیں ہے، ابن جوزیؒ کا بیان ہے:

''آپ نے بہت سالوں تک قرآن پڑھایا، اور کئی ہزار لوگوں نے آپ کے یہاں قرآن ختم کیا''۔

قاضی ابوالحسین کا بیان ہے:

''آپ نے ساٹھ برس سے زیادہ قرآن کی تعلیم دی، اور بہت سی جماعتوں کو قرآن

کی تعلیم دی"۔

اس کے بعد علامہ ابن رجبؒ نے لکھا ہے:

"اس طویل زمانے تک شیخ ابو منصورؒ نے خود بھی تعلیم دی، اور اپنے شاگردوں سے بھی دلوائی، اسی لیے اس قدر زیادہ لوگوں کو پڑھایا"۔ (۵۳)

ابن رجبؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شیخ ابو منصورؒ کی درس گاہ کے قارئین کی تعداد بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے، مگر زیادہ نہیں ہے، وہ خود بھی پڑھاتے تھے، اور اپنے شاگردوں سے بھی کام لیتے تھے۔

امام ابو العباس محمد بن یعقوب اموی نیساپوریؒ اپنے زمانے کے زبردست محدث تھے، ۷۶ سال تک حدیث کا درس دیتے رہے، دنیا اللہ اللہ کر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتی تھی، ان کے حال میں لکھا ہے:

"آپ اپنی مسجد میں ستر سال تک اذان دیتے رہے"۔ (۵۴)

امام محمد بن احمد معصاد صرصری بغدادیؒ نابینا تھے، قراء و محدثین میں آپ کا شمار تھا، بڑے عالم و فاضل اور دین دار بزرگ تھے، ان کے حال میں لکھا ہے:

"آپ ان نابیناؤں میں سے تھے، جو ابن حمدی کی مسجد میں پڑے رہتے تھے، یہ مسجد گل فروشوں کے بازار میں واقع تھی"۔ (۵۵)

آپ نے احادیث کی روایت بھی کی، اور محدثین کی ایک بڑی جماعت کو اجازت بھی دی، بغداد میں فقیہ احمد بن بکروسؒ اپنی مسجد اور مدرسے میں تعلیم دیتے تھے، جب

ان کا وصال ہوا تو ان کے شاگرد ابو العباس احمد بن غالب ابروذیؒ نے ان کی مسجد اور ان کے مدرسے میں ان کی نیابت کی، اور جگہ سنبھالی۔

جرجان میں اموی دور میں جو مسجدیں بنائی گئی تھیں، ان میں ایک "مسجد الازد" بھی تھی، بعد میں اس میں امام عبدک بن عبد الکریم فقیہ درس دیتے اور نماز پڑھتے تھے۔

امام سہمیؒ کا بیان ہے:

"مسجد ازد" فقیہ عبدک بن عبد الکریم کی مسجد ہے، جو کہ سرائے عبدک کے دروازے پر واقع ہے، اسے آج کل مسجد ابو خطاب کہتے ہیں"۔ (۵۶)

امام ابو بکر اسماعیلی جرجانیؒ کی مسجد وسط بازار میں واقع تھی، اور اس کی اہمیت و شہرت کا یہ حال تھا کہ باہر کے علماء آتے تو اسی میں اترتے تھے، چناں چہ ابو العباس احمد بن علی مقریؒ جب ان کے یہاں آتے تو اسی مسجد میں قیام کرتے۔ اسی طرح جرجان میں امام ابو عاصمؒ کی مسجد اس قدر مشہور تھی کہ دوسرے علماء جب جرجان آتے تو اسی مسجد میں جا کر حدیث کا درس دیتے تھے، چناں چہ ابو عثمان عمرو بن صبح تیمی نے ۲۱۱ھ میں آکر "مسجد ابی عاصم" میں حدیث کا درس دیا تھا، فقیہ ابو عمران بن ابراہیم بن ہانی شافعی کی مسجد جس میں درس دیا کرتے تھے، علم و فضل کا مرجع تھی، اور ان ہی کے نام پر مشہور تھی، جرجان کے محلہ مسجد دینار کی ایک گلی میں واقع تھی، جسے سکہ ابی عمران بن ہانی کہتے تھے۔

قاضی جرجان بکیر بن جعفر سلمی بہت بڑے محدث و فقیہ اور بہت بزرگ تھے، ان

کی مسجد کوچہ قصہ گویان (سکۃ القصاصین) میں تھی، اور ان کا مکان احمد بن عدی
کے مکان والی گلی میں تھا، اور وہ روزانہ اپنی مسجد میں نماز اور درس وتدریس
کے لیے آتے تھے۔ (۵۷)

ابوالفضل عباس بن فرج ریاشی بصری ثقہ حافظ حدیث تھے، ایک مرتبہ بصرہ میں
زنگیوں نے لوٹ مار کیا، آپ اس وقت اپنی مسجد میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے،
اسی حالت میں انھوں نے آپ کو شہید کردیا، اس طرح جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے
اور درس دیتے تھے، اسی میں آپ کی لاش تلاش کرنے پر ملی۔ (۵۸)

امام علی بن حسن بن موسیٰ ہلالی نیشاپوری دارالجبرویؒ، امام بخاریؒ اور مسلمؒ کے شیوخ
میں سے ہیں، ان کی مسجد بہت بابرکت تھی، اور بطور حصول برکت کے اس میں نماز پڑھی
جاتی تھی، امام ابن جوزیؒ کا بیان ہے:

"ان کی مسجد نیساپور کے محلہ دارالجبرو میں بہت مشہور تھی، اور اس میں برکت کے
خیال سے نماز پڑھی جاتی تھی"۔

آپ کی موت کے سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ انتقال کے ایک ہفتے کے بعد
آپ اپنی اسی مسجد میں پائے گیے۔ (۵۹)

ابوعمرو محمد بن احمد حمدان حیریؒ عابد وزاہد تھے، ساتھ ہی حدیث وقرأت اور نحو کے
زبردست ماہر تھے، ان کے حال میں لکھا ہے:

"تیس سال سے زائد تک ان کی مسجد ان کا مکان بنی رہی اور اسی میں رہتے تھے"۔ (۶۰)

اسی طرح ابوعمرو محمد بن جعفر عابد وزاہد اور فقیہ ومحدث تھے، ان کی ایک مسجد تھی،
جس میں وہ رہ کر فقراء کی بھلائی کے کام کرتے تھے۔

ان کے حال میں لکھا ہے:

"اپنی مسجد میں بیٹھ کر ضرورت مند کی حاجت روائی کے کام کرتے تھے، اور ان کی
قبروں کے لیے اینٹ بناتے تھے"۔ (۶۱)

شیخ ابوالحسن علی بن حسین صوفیؒ محدثین کبار میں بڑے مرتبے کے عابد وزاہد گذرے
ہیں، دنیا کے جھگڑوں سے الگ ہوکر اپنے دادا ابوعلی محمویہ بن زید کی مسجد کو اس طرح
اپنا مسکن بنایا کہ اسی سے ۳۸۴ھ میں ان کا جنازہ نکلا، آپ نے یہ پوری مدت تعلیم و
تلقین اور عبادت وریاضت میں بسر کی، امام ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

"پھر آپ نے اپنے دادا ابوعلی بن زید کی مسجد واقع نیساپور میں اس طرح رہنے
لگے کہ اسی میں وفات پائی"۔ (۶۲)

ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بزدیؒ علم کی دولت کے ساتھ ساتھ دنیا کے بھی مالک تھے،
مگر آخر میں سب کچھ چھوڑ کر مسجد کو اپنا مرکز بنایا، اور اسی میں تعلیم وعبادت میں
مصروف رہے، ان کے حال میں لکھا ہے:

"انھوں نے ایک مسجد میں رہ کر عبادت کو مشغلۂ حیات بنالیا"۔ (۶۳)

امام ابوعبداللہ حاکم (محمد بن عبداللہ بن محمد) نیساپوریؒ اپنے شہر کی مسجد میں حدیث کا
درس دیتے تھے، اور اس کے واسطے ان کا ایک الگ منبر ہوا کرتا تھا، جس پر بیٹھ کر

حدیث کا املا کراتے، اور درس دیتے، ایک مرتبہ مخالفوں نے ان کو اس طرح پریشان کیا کہ گھر سے نکل کر مسجد جانا مشکل ہو گیا، اور مسجد میں ان کا منبر بھی توڑ ڈالا گیا۔ (۶۴)

امام ابو حامد اسفرائینیؒ (احمد بن محمد بن احمد متوفی ۴۰۶ھ) بڑے رعب وداب کے شافعی امام تھے، بغداد میں عوام وملوک سب ہی کی نظروں میں محترم تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اگر امام شافعی اپنے اس عالم کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، ان کا حلقۂ درس بغداد کے قطیعۂ ربیع میں واقع حضرت عبداللہ بن مبارک کی مسجد میں ہوا کرتا تھا، جس میں بیک وقت سات سات سو فقہاء حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے:

''آپ حضرت عبداللہ بن مبارک کی مسجد میں اپنے حلقۂ درس میں تشریف لے گئے، یہ مسجد قطیعۂ ربیع کے سرے پر واقع ہے، بعض راوی کی زبانی میں نے سنا ہے کہ آپ کی مجلس درس میں سات سو فقیہ شامل ہوا کرتے تھے''۔ (۶۵)

آپ کی اس مجلس درس میں جب امام ابو احمد عبدالرحمن بن محمد فرضی آجاتے تو آپ ان کے استقبال کے لیے اپنی مسجد کے دروازے تک ننگے پاؤں جایا کرتے تھے۔

اسی مسجد عبداللہ بن مبارک میں ابو حامد اسفرائینی کے بعد ابو عبداللہ کشفلی طبری (حسین بن محمد متوفی ۴۲۴ھ) درس دیا کرتے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے:

''ابو عبداللہ کشفلی نے اپنی مسجد میں پڑھایا ہے، یہ وہی مسجد ہے، جو قطیعۂ ربیع میں

عبداللہ بن مبارکؒ کی تھی''۔ (۶۶)

اسی طرح پورے عالم اسلام میں ہر محلہ اور ہر گلی کوچہ کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں تعلیم کا انتظام ہوا کرتا تھا، اور محلہ کی یہ مسجدیں گویا خانگی مدرسے ہوا کرتی تھیں، جن سے اہل محلہ اور دوسرے لوگ مستفیض ہوتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں
بازاراوردوکانوں میں

علمائے اسلام نے علوم دینیہ کواس قدر عام کیا کہ مسجدوں سے لے کر بازاروں تک کوقال اللہ اور قال الرسول کے لیے درس گاہ بنادیا،اور مسجد کی خاموشی سے لے کربازار کے ہنگامے تک کوعلم کی گونج سے معمور کردیا۔

ہمارے علمائے سلف بڑی حدتک علم اور تجارت کے جامع تھے،اور مساجد ومدارس میں تعلیم دینے والے علماء بازاروں اور دوکانوں میں اپنے تجارتی مشاغل اس طرح جاری رکھتے تھے کہ ان کے گاہکوں میں صرف سوداسلف کے خریدار ہی نہیں تھے،بلکہ علوم اسلامیہ کے طالب علم بھی تھے،اس طرح انھوں نے بازاراور دوکانوں کوبھی عوام کے لیے دینی مدرسہ اور اسلامی درس گاہ بنادیا تھا،مسلمان دوکان داروں اور گاہکوں کو اسلامی اصول تجارت اور دینی مسائل سکھائے،اوران کو کامیاب تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ ہرشعبہ کا عالم بنایا۔

حدیث شریف میں جس طرح زمین میں بہترین جگہ مسجد قرار دی گئی ہے کہ وہاں قرب الٰہی ہوتا ہے،اور علمی ودینی مجلسیں برپا ہوتی ہیں،اسی طرح بازار کو بدترین جگہ قرار دیا گیا ہے کہ وہاں شوروشغب،بے کارباتیں اور خرید وفروخت میں جھوٹ سچ ہوتا ہے،ہرقسم کے لوگ جمع ہوکراسے میلے کی شکل دے دیتے ہیں،مگر علمائے اسلام

نے بازار کوعلم کے حصول کی جگہ بنایا،اوراس ''شرالبقاع'' (بدترین جگہ) کو''خیر البقاع'' (بہترین جگہ) میں بدلنے کی ترکیب کی،دراصل جس قوم کا جیسا ذہن ہوتا ہے،اس کے افرادواشخاص اور مشاغل ومعاملات میں اسی قسم کے اوصاف وصفات کاظہور ہوتا ہے،چناں چہ مسلمانوں کے دینی وعلمی مزاج نے ہروقت اور ہرمقام کو دینی علوم اور دینی معاملات کے لیے استعمال کیا۔

یہاں ہم چندمثالیں پیش کرتے ہیں،جن سے معلوم ہوگا کہ اسلامی علوم وفنون اور دینی امورومعاملات کا بازاروں اور دوکانوں سے کیا تعلق رہا ہے،اور علمائے اسلام نے تعلیم وتعلم کے لیے کیسے کیسے مقامات کومنتخب کرکے ان کومدرسہ اور دارالعلوم بنایا۔

عہد رسالت میں بازاروں اوردوکانوں میں تعلیم وتبلیغ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی کو پیش کرتے ہیں،جوسراپا معلم تھے،اور جن کی زندگی کا ہرلمحہ،ہرمقام،ہروقت دین ورعلم دین کا مظہر تھا۔
اورصحابہ کرامؓ نے آپ کی اقتداء میں علم کواس طرح عام کیا کہ ان کے گھران کی مسجدیں،ان کے بازاراوران کی دوکانیں دینی علوم کی بہترین درس گاہ بن گئیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں علی الاعلان اسلام کی تبلیغ کرنی شروع کی اوراسلامی تعلیم کوعام کرنے کے لیے کھل کرسامنے آئے،توآپؐ ہرجگہ تشریف لے جاتے حتیٰ کہ بازاراوردوکان کی بھیڑ بھاڑ میں دین کی تعلیم کے لیے جایا کرتے تھے، چناں چہ ابتدائی دور میں آپ مروہ کے پاس جبرنامی ایک نصرانی کی دوکان پر

تشریف لے جاتے،اور لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے کی کوشش فرماتے۔ابن اسحاق کا بیان ہے:

''رسول اللہ ﷺ مروہ کے پاس ابن حضرمی کے غلام جبر نصرانی کی دوکان پر اکثر بیٹھا کرتے تھے،اور کفار مکہ کہتے تھے کہ محمد جو کہتے ہیں،اس میں اکثر باتیں یہی جبران کو بتاتا ہے''۔(۶۷)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مسعیٰ میں مروہ کے قریب ایک نصرانی غلام کی دوکان پر اکثر جانا اور وہاں تشریف رکھنا دین کی تعلیم وتبلیغ کے لیے ہوا کرتا تھا،اور اسی وجہ سے کفار مکہ کو آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا ایک اور ذریعہ مل گیا۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے بازار میں آپؐ خاص طور سے دوکان داروں کو تعلیم دیتے تھے،اس وقت مدینہ منورہ میں دو بڑے بازار تھے،ایک جنت البقیع میں اور دوسرا مصلیٰ (مسجد غمامہ) میں تھا،یہ بازار آج بھی ہے۔

بقیع کے بازار میں آپ کے جانے اور تاجروں کو تعلیم دینے کی روایات احادیث میں موجود ہیں۔چناں چہ المنتقیٰ لابن جارودؒ میں ہے:

''قیس بن ابوعزرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ بقیع میں سودا فروخت کر رہے تھے،کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے،ہم لوگ سماسرہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے،مگر آپ نے ہمیں تاجر کہہ کر پکارا،اور ہمارے پہلے نام سے اچھا نام دیا،پھر فرمایا اس خرید وفروخت میں قسما قسمی اور جھوٹ کا معاملہ ہو جاتا

ہے،اس لیے تم لوگ،اس کام میں صدقہ کو ملا لیا کرو''۔(۶۸)

امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں یہ حدیث بیان کی ہے مگر اس میں بقیع کی تصریح نہیں ہے، نیز بیہقیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے:

''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بقیع کے تاجروں کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے ان کو آواز دی،تو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے،آپ نے فرمایا کہ بائع اور مشتری دونوں خوشی کے ساتھ معاملہ طے کر کے جدا ہوں''۔(۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بقیع میں اونٹوں کی تجارت کرتا تھا،جب میرے پاس درہم زیادہ جمع ہو جاتا تو ایک شخص کے پاس سے دینار سے بھنا لیتا تھا،دوسرے دن مجھے دراہم کے بدلے دنانیر دے دیا کرتا تھا،میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا،تو آپ نے فرمایا:

'' جب تم کسی آدمی کے ہاتھ سونا چاندی کا معاملہ کرو تو دونوں کی علیحدگی کے وقت کوئی اشتباہ نہ رہے''۔(۷۰)

یہ چند مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ بقیع کے بازار میں تشریف لے جاتے تھے،اور دوکان داروں کو اسلامی معاملات کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ مصلیٰ (مسجد غمامہ) کے بازار میں تشریف لے جاتے تھے، اور وہاں کے تاجروں کو دین کی تعلیم دیا کرتے تھے،چناں چہ سنن بیہقی میں حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ سے روایت ہے:

"رفاعہ بن رافع ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مصلی کے بازار میں گیے، آپ نے لوگوں کو خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھ کر تاجروں کو پکارا، تمام تاجر نظر اور گردن اٹھا اٹھا کر آپ کی طرف دیکھنے لگے، آپ نے فرمایا: تاجر قیامت کے دن گنہ گار اٹھیں گے، البتہ جو تاجر تقویٰ نیکی اور سچائی اختیار کرے گا، اس کا حشر ایسا نہ ہوگا"۔ (۷۱)

بازار میں تبلیغ کا ایک واقعہ

حضرت سوید بن قیسؓ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی دونوں نے مل کر مقام ہجر سے تجارت کے لیے گیہوں منگایا تو رسول اللہ ﷺ نے تشریف لاکر مول بھاؤ فرمایا، ہمارے پاس ایک آدمی تھا، جو اجرت پر سودا وزن کرتا تھا، آپ نے اس سے فرمایا، اور یہ تعلیم دی۔

"تولو اور زندہ تولو"۔

صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بازار میں غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے اور اس کے اندر دست مبارک ڈالا تو انگلیوں نے تری محسوس کی، آپ نے دوکان دار سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! بارش کا اثر ہوگیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"تو تم نے اسے غلہ کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے یاد رکھو جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے گا، وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے"۔ (۷۲)

اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات احادیث وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں، جن

سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود کبھی کبھی بقیع اور مصلی کے بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے، اور لوگوں کو دینی معاملات اور مسائل کی تعلیم دیا کرتے تھے، اور تجارتی کاروبار میں مصروف دوکان دار نہایت اہتمام اور ذوق وشوق سے آپ کی تعلیم پر توجہ دیتے۔ اور آپ کی ایک آواز پر سب کے سب اس طرح ہمہ تن گوش ہوجاتے کہ سب کی آنکھیں اور گردنیں سودا سلف سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوجاتی تھیں، نیز آپ ویسے بھی وقتاً فوقتاً ان تاجروں کو اسلام کے تجارتی مسائل کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

عہدِ صحابہ میں بازاروں میں تعلیم وتبلیغ

اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم جو قراء کہلاتے تھے، اور مسجد نبوی میں دینی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے، اور ان کو مدینہ منورہ کے بازاروں میں فروخت کرکے کچھ خیرات کرتے، اور کچھ کھانے پینے میں خرچ کرتے، مدرسہ نبوت کے یہ طلباء اپنی ذات سے اسلامی تعلیمات کے مدرسے تھے، اور ان کا بازاروں میں آنا جانا اسلامی علوم کی تعلیم وتبلیغ کا بڑا سبب تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں قراء صحابہ یعنی اسلامی علوم کے قارئین کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ وہ بازاروں میں جاکر اپنی روٹی حاصل کریں، اور اصحابِ صفہ کے نقش قدم پر چل کر تعلیم وتعلم کی سرگرمی کے ساتھ ساتھ کسب وتجارت کا کام بھی کرتے رہیں، تاکہ وہ ایک طرف دین کے علوم سے مالا مال رہیں، اور

دوسری طرف اہل دنیا سے بے نیاز اور خود کفیل ہو کر عزت و سکون کی زندگی بسر کریں۔

امام عبدالبر اندلسیؒ نے آپ کا قول نقل کیا ہے:

''اے جماعت علماء! تم لوگ نیکیوں کی طرف بڑھو، اور اللہ کے فضل یعنی روزی کو تلاش کرو، اور لوگوں کے اوپر بار نہ بنو''۔ (۷۳)

قراء اور علماء کی خصوصی جماعت کے علاوہ بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام کے ایسے واقعات ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بازاروں میں صرف اس لیے تشریف لے جاتے تھے کہ دینی علوم و مسائل کی تعلیم دیں، اور خرید و فروخت کے ہنگاموں کو دینی اور روحانی سکون کا پیغام دیں۔

بازار میں سلام کا حکم

چنانچہ طفیل بن ابی کعبؒ کا قاعدہ تھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں روزانہ صبح سویرے آتے، اور ان کے ہمراہ بازار جاتے، ان کا بیان ہے کہ جب ابن عمر مکان سے بازار کی راہ لیتے، تو گرے پڑے سامانوں کے تاجروں، خرید و فروخت کرنے والے عام لوگوں، اور بازار کے مسکینوں اور فقیروں کو سلام کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ بازار جایا کرتے ہیں، مگر نہ خرید و فروخت کی بات چیت کرتے ہیں، نہ کسی دوکان پر کھڑے ہوتے ہیں، اور نہ ہی بازار میں عام طور سے بیٹھنے کی جو جگہیں بنی ہیں، وہاں بیٹھتے ہیں، تا کہ آپس میں حدیث بیان کریں، اور دین کی باتیں کریں، یہ سن کر آپ نے فرمایا:

''اے ابوبطن (طفیل) ہم صبح سویرے اس لیے بازار جاتے ہیں کہ جن سے ملاقات ہو سلام کریں، ہمارا بازار جانا اسی سلام کے لیے ہوتا ہے''۔ (۷۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کے بازاروں میں کچھ نشست گاہیں تھیں جہاں لوگ فرصت کے اوقات میں بیٹھا کرتے تھے، اور بازاروں کے شور و شغب سے یکسو ہو کر کچھ دیر علمی اور دینی مذاکرہ کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بازار میں تشریف لے جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیثِ رسولؐ کے سب سے بڑے راوی ہیں، ان سے آٹھ سو سے زائد علماء نے روایت کی ہے مروان کے زمانہ میں ایک موقع پر مدینہ کے امیر بنائے گئے تھے، اس زمانہ میں آپ کا حال یہ تھا:

''آپ مدینہ کے بازار میں پشت پر گانٹھ لیے پھرتے تھے، اور لوگوں سے کہتے جاتے تھے کہ ہٹو، بچو! امیر کو راستہ دو''۔ (۷۵)

حضرت ابو ہریرہؓ کی طبیعت میں ظرافت تھی، اس لیے عالمِ اسلام اور علوم دین کا امام بازار میں بوجھ لے کر یہ صدا لگاتا پھرتا تھا۔

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مسلمانوں نے بازار کے نظام کو اسلامی اصول کے ماتحت چلایا، اور تجارت میں اسلامی قوانین کی شدت سے پابندی کرائی، اور لین دین میں بے اصولی، سیہ بازاری، احتکار، تلقی جلب، غبن، گراں فروشی، اور اسی قسم کے عوام کے حق میں مضر اور اسلامی اصول کے خلاف معاملات پر کڑی نگرانی

کے لیے ذمہ دار افسر مقرر کیے،اور''شرالبقاع'' کو''خیرالبقاع'' کے قریب تر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

حضرت شفاء بنت عبداللہ بڑی عاقلہ فاضلہ صحابیہ تھیں،لکھنا پڑھنا جانتی تھیں،رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے،اور آرام فرماتے تھے،بعد میں حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں ان سے رائے مشورہ لیتے تھے۔اور ان کی رائے کو ترجیح دیتے تھے،اور بسا اوقات ان کے ذمہ مدینہ کے بازار کے بعض شعبے کر دیا کرتے تھے۔

''حضرت عمرؓ ان کے مشورہ کو مقدم سمجھتے تھے،اور ان سے خوش رہتے،اور ان کی بزرگی کا اعتراف کرتے اور آپ نے ان کو بازار کے بعض امور کا افسر بنایا تھا''۔(۷۶)

ایک اور صحابیہ حضرت سمراء بنت نہیک اسدیہ رضی اللہ عنہا نے رضا کارانہ طور سے بازار کی اصلاح اور اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیڑا لیا تھا،اور اس معاملہ میں اس قدر سخت تھیں کہ سر بازار غلط کاری پر لوگوں کو کوڑے رسید کرتی تھیں۔

امام عبدالبرؒ کے یہ الفاظ اس حقیقت کی یوں ترجمانی کرتے ہیں:

''آپ بازاروں میں امر بالمروف اور نہی عن المنکر کے لیے آتی جاتی تھیں،اور لوگوں کو اس پر اپنے کوڑے سے مارتی تھیں''۔(۷۷)

نیز صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا اور اس معاملہ میں ان کو ہر طرح کی آزادی تھی،اور کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کے کام پر نکیر کر سکے،یہ حضرات روئے زمین پر اصلاح وتبلیغ کا کام

کرتے تھے،اور مسجدوں سے لے کر بازاروں تک ہر جگہ یکساں طور پر ان کی سرگرمی جاری رہا کرتی تھی،ان میں حضرت ہشام بن حکیمؓ پیش پیش رہا کرتے تھے۔

استیعاب میں ہے:

''حضرت ہشام بن حکیم بن حزام اہل شام کی ایک جماعت میں رہ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے،اس جماعت پر کسی کی روک ٹوک نہیں تھی، امام مالک کا بیان ہے کہ یہ لوگ دنیا میں لوگوں کی اصلاح اور خیر خواہی کے لیے صرف ثواب کی نیت سے چل پھر کر کام کرتے تھے''۔(۷۸)

مسلمانوں نے اپنے بازاروں کے معاملات وقضایا کے لیے عدالت بھی قائم کی تاکہ اگر کوئی خلاف دین بات ہو یا دکانداروں اور خریداروں میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو فوراً انصاف کیا جا سکے۔

مطلب بن سائب نے حضرت سعید بن مسیبؒ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے،جو ان کے بازار سے تعلق رکھنے اور ان کی سر بازار حق گوئی کو بتارہا ہے۔

تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبیؒ کا بیان ہے:

''مطلب کا بیان ہے کہ میں سعید بن مسیب کے ساتھ بازار میں بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے سے بنو مروان کا قاصد گزرا''۔

پورا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعید بن مسیب نے اس سے دریافت کیا کہ تم بنی مروان کے قاصد ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں،آپ نے فرمایا تم نے بنی مروان کو شام

میں کس حال میں چھوڑا ہے، اس نے کہا: اچھی حالت میں، آپ نے فرمایا:

''تم نے مروانیوں کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں، اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں''۔

یہ سنتے ہی قاصد بھڑک گیا، اور میں اسے سمجھانے لگا، یہاں تک کہ وہ چلا گیا، اس کے بعد میں نے ابن مسیب سے کہا کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ اپنے خون سے کھیلتے ہیں، آپ نے فرمایا اے احمق! خاموش رہو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تک سالم اور محفوظ نہیں رکھ سکتا جب تک میں اس کے حقوق کی پامالی کرتا رہوں گا۔ (۷۹)

عہد خلافت میں بازار کے مستقل امیر اور والی ہوا کرتے تھے، جن کا تقرر خرید و فروخت کے نظام کو برقرار رکھنے اور اس میں دینی تعلیم پر عمل کرنے کے لیے ہوتا تھا حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفاء کے دور میں ''امارت سوق'' کی تفصیل کتابوں میں ملتی ہے، بعد میں اس کام کے لیے قاضیوں اور عالموں کو منتخب کیا جاتا تھا۔

تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں ایسے علماء کے نام ملتے ہیں، جو بازار کے نظام کے والی اور امیر بنائے جاتے تھے، چنانچہ امام ابوالقاسم عمر بن محمد بجلی جو کہ ''ابن سنبک'' کی کنیت سے مشہور ہیں، ان کو قاضی القضاۃ ابوسائب نے پہلے عدالت اور دارالقضاء کا شاہد بنایا، پھر ابو محمد معروف نامی حاکم نے ان کو بغداد کے ایک بازار کا حاکم بنایا، اسی کے ساتھ دارالخلافۃ کے حدود تک کا فیصلہ ان کے ذمہ رکھا گیا۔

المنتظم میں ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

''ابو محمد بن معروف نے ابوالقاسم بجلی کو سوق ثلاثاء (منگل کے بازار) اور دارالخلافہ کے حریم کا حکم اور فیصل مقرر کیا''۔ (۸۰)

اسی طرح مسلمانوں نے اپنے بازاروں کو اپنے عالموں اور قاضیوں کی ذمہ داری اور نگرانی میں رکھ کر ان میں بھی دین دیانت کی وہی روح پیدا کی جو دوسرے دینی اور علمی مقامات پر پائی جاتی تھی۔

بازاروں اور دوکانوں سے تعلیمی وتبلیغی تعلق

مسلمانوں کا وہ تجارتی کاروبار بہت ہی علمی اور دینی رہا ہے، جس میں انھوں نے عبدیت وبندگی کے بازار میں اپنے جسم وجان کا سودا رضائے الٰہی کی قیمت پر فروخت کیا، اور زیادہ سے زیادہ نفع کما کر دین کی دولت پائی۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ یاد کرنے کے قابل ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گیے دیکھا کہ ایک صحابی جو نہایت نیک اور سیدھے سادے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ پر فدائیت ان کا خاص وصف تھا، بازار میں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے پیچھے سے جا کر ان کو پکڑا اور فرمایا: اس سودا کو کون خریدتا ہے، آپ کی آہٹ پا کر اس صحابی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا سودا پائیں گے''۔

اہل دل اس جملہ پر جس قدر وجد میں آئیں بجا ہے، بندگی کے بازار میں یہ جملہ ہمیشہ یاد رہے گا، اور متاع عبدیت کے پرکھنے کے کام آئے گا۔

اس موقع پر حضرت امام خالد بن عبداللہ واسطی رحمۃ اللہ علیہ کی سودے بازی بھی
قابل ذکر ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ راوی ہیں:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے تین یا چار مرتبہ اپنے کو اللہ تعالیٰ سے خریدا ہے، اور ہر مرتبہ اپنے وزن بھر چاندی صدقہ کی ہے''۔(۸۱)

حسین بن احمد صفارؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابن ابی حاتم رازی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے یہاں قحط پڑا، تو میرے ایک دوست نے اصبہان سے غلہ بھیجا، اور لکھا کہ اس کی قیمت سے میرے لیے ایک مکان خرید لینا، میں نے بیس ہزار پر غلہ فروخت کر کے ساری رقم قحط زدہ فقراء ومساکین پر خرچ کردی، اور اپنے دوست کو لکھ دیا کہ میں نے تمہارے لیے اس غلہ کی قیمت سے دنیا میں گھر کے بجائے جنت میں قصر خرید لیا ہے، اس کے جواب میں اس نے لکھا ہے کہ اگر آپ ضامن بنتے ہیں، تو میں راضی ہوں، میں نے جواب لکھا کہ ضمانت کی تحریر میرے پاس ہے۔(۸۲)

علمائے کرام میدانِ تجارت میں

علم وعلماء، اور بازار کے موضوع پر لکھتے وقت اگر خرید وفروخت کی باتیں نہ آتیں تو موضوع تشنہ رہ جاتا، اور علماء کی علمی اور دینی تجارت کا ایک اہم پہلو ہمارے سامنے نہ آتا، اب ہم بازاروں اور دوکانوں سے متعلق علم اور علماء کے کچھ واقعات پیش کرتے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ ہمارے اسلاف نے کس طرح بازاروں اور دوکانوں کو

اپنی علمی اور دینی سرگرمی کا مرکز بنایا۔

حضرت عمر کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ کے فقہائے تابعین میں سے تھے، علم وعمل کی زندہ تصویر تھے، بہت ہی سادہ اور متواضع بزرگ تھے، وہ اس مقام ومرتبہ کے باوجود بازار میں خرید وفروخت کرتے تھے۔

ان کے ذکر میں ہے:

''بیان کیا گیا ہے کہ آپ بازار میں خرید وفروخت اور تجارت کیا کرتے تھے''۔(۸۳)

حضرت ابوقلابہ اپنے شاگرد ایوب سختیانی سے فرمایا کرتے تھے: ''اے ایوب! تم اپنے بازار کے کاروبار میں لگے رہو کیوں کہ لوگوں سے بے نیازی میں عافیت ہے''۔(۸۴)

یہی تعلیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علمائے صحابہ کو دی تھی اور بازار میں رہ کر روزی کمانے اور علم دین پھیلانے کی تاکید کی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؒ بازاروں میں جاتے تو ان کے علم میں تجارتی گفتگو سے جلا پیدا ہوتی۔

چناں چہ عکرمہ کا بیان ہے:

''میں بازار جاتا ہوں اور کسی آدمی کو کوئی بات کرتے سنتا ہوں، تو اس کی ایک بات سے مجھ پر علم کے پچاسوں دروازے کھل جاتے ہیں''۔(۸۵)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا حضرت ابن عباسؓ میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے، ان کا ذہن اس درجہ علمی اور دینی بن چکا تھا

کہ بازار میں لوگوں کی خرید وفروخت کی ایک ایک بات سے ان پر علم دین کے
پچاسوں دروازے کھل جاتے تھے، ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے بازاروں کا اس
قدر کامیاب مدرسہ بن جانا بازار والوں کے علمی اور دینی ذوق وشوق کا نتیجہ تھا، اور
وہ ان میں علمی اور دینی باتیں کرتے تھے۔

حافظ الحدیث امام یونس بن عبید بصری تابعیؒ خزاز تھے، یعنی ریشم کا کاروبار کرتے
تھے، اور اس کام میں اپنے عمل سے لوگوں کو دین کا علم سکھاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس ریشمی جبہ فروخت کرنے کے لیے لائی، آپ
نے اس سے قیمت دریافت کی، اس نے پانچ سو روپے بتایا، آپ نے فرمایا یہ جبہ
اس سے زیادہ قیمت کا ہے، تو اس نے چھ سو قیمت بتائی، پھر آپ نے فرمایا اس سے
زیادہ قیمت کا ہے، اس طرح اس جبہ کو ایک ہزار پر خریدا۔

اسی طرح آپ نے ایک آدمی سے تیس ہزار کا ریشمی سامان خریدا، اس کے بعد دوکان دار
سے دریافت کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ سامان فلاں فلاں شہر میں گراں ہو گیا ہے؟
اور کیا تمہیں اس کا علم ہوتا تو اسی قیمت پر فروخت کرتے؟ یہ کہہ کر دوکان دار سے فرمایا
کہ میرے پیسے واپس کر دو چناں چہ اس نے تیس ہزار کی رقم واپس کر دی اور
سامان اپنے پاس رکھ لیا''۔ (۸۶)

مسلمانوں کے بازار میں علم وعمل کے یہ چلتے پھرتے مدرسے اپنے عمل سے عوام اور
دوکان داروں کو بڑی حکمت عملی سے دین کی تعلیم عام کرتے تھے۔

علماء خود روزی کمائیں

امام شعبہ بن حجاجؒ علمی مصروفیت کی وجہ سے خود کاروبار کر کے نہیں کماتے تھے مگر
آپ کو اس کا شدید احساس تھا کہ اپنی روزی خود کمانی چاہیے، اس لیے اپنے
شاگردوں کو خاص طور سے بازار میں کاروبار کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ان کے تذکرہ میں ہے:

''امام شعبہؒ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ تم لوگ بازار کو اپنے اوپر لازم کر لو، مجھے
دیکھو کہ اپنے بھائیوں پر بار ہوں''۔ (۸۷)

حضرت عمرؓ اور حضرت قلابہؒ کی اسی قسم کی نصیحت گذر چکی ہے، ان بزرگوں کا علماء کو
بازار میں کاروبار کرنے کی اس شدت سے رائے دینا اس کی افادیت اور برکت کو
صاف بتا رہا ہے۔

امام غندر بصریؒ حفاظ حدیث میں تھے، زہد وعبادت کا یہ حال تھا کہ پچاس سال تک
ایک دن کا ناغہ دے کر روزہ رکھتے رہے، ذہبیؒ نے لکھا ہے:

''آپ طیلسان اور گاڑھے کپڑے کی تجارت کرتے تھے''۔

تاجر علماء کو حقیر نہ جانیں

آپ کو اس بات کا بڑا خیال رہتا تھا کہ بازار میں اہل علم کی عزت ہو، اور لوگ علماء
کو اپنی تجارت و دولت کی وجہ سے حقیر نہ سمجھیں، چناں چہ یحیی بن معین کا بیان ہے کہ

ہم لوگ بغداد سے غندرؒ کی خدمت میں حدیث کی تعلیم کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ہمیں بازار لے گیے، اور مظاہرہ کر کے دوکان داروں اور تاجروں کو بلایا کہ یہ لوگ بغداد سے میرے پاس پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ یحیٰ بن معین کے الفاظ میں یہ واقعہ یوں ہے:

''ہم لوگ امام غندرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم سے کوئی حدیث نہیں بیان کرسکتا، حتیٰ کہ تم میرے ساتھ بازار چلو تا کہ لوگ تم کو دیکھ کر میرا احترام کریں، چناں چہ ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلے، لوگ دریافت کرتے کہ اے ابو عبد اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ فرماتے کہ یہ جماعت محدثین ہے، بغداد سے میرے پاس حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئی ہے۔'' (۸۸)

معلوم ہونا چاہیے کہ خود امام غندرؒ کو نام وشہرت کی مطلق خواہش نہ تھی، بلکہ اس مظاہرہ کا مقصد حاملین علوم اسلام کی عظمت وشوکت کا مظاہرہ تھا۔

ہمارے دور اقبال میں بازاروں کے یہ علمی مظاہرے بھی خوب ہوا کرتے تھے، اور ان سے عوام کے ذہن پر علم وعلماء کا سکہ بیٹھتا تھا۔

امام داؤد بن ابی ہند بصریؒ علمائے تابعین میں بڑے مرتبہ کے عالم ہیں، بصرہ کے حفاظ میں سے ہیں، اور اہل بصرہ کے مفتی ہیں۔

بازار کے راستے میں ذکر کرنا

ابن عدی راوی ہیں کہ انھوں نے چالیس سال تک اس طرح روزہ رکھا کہ ان کے

گھر والوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوسکی، آپ خزاز تھے، یعنی ریشم کا کاروبار کرتے تھے، صبح کو اپنے ساتھ دن کا کھانا لے جاتے اور راستہ میں صدقہ کر دیتے، پھر شام کو گھر واپس آکر سب کے ساتھ کھاتے اور روزہ افطار کرتے، ایک دن ہم سے فرمانے لگے کہ اے جوانو! میں تم سے اپنا واقعہ بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس سے فائدہ پہونچائے۔

''لڑکپن میں بازار آتا جاتا تھا اور جب گھر لوٹتا تو قسم کھالیتا کہ اس جگہ سے اس جگہ تک اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا چلوں گا اس طرح اللہ کی یاد میں گھر تک چلا آتا تھا''۔ (۸۹)

چالیس سال تک دن میں روزے رکھے

جس طالب علم کا بچپن بازار میں رہ کر اس قدر پاکیزہ گذرا ہوگا وہ آگے چل کر کیا کچھ ہوا ہوگا، اس کا پتہ داؤد بن ابی ہند کی زندگی سے چلتا ہے کہ چالیس سال تک اسی بازار میں دن کو روزے رکھے، اور شام کو گھر پہونچ کر افطار کیا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہوسکی، جن علمائے اسلام کی زندگیاں بازار میں رہ کر اس قدر مقدس تھیں، بازار یقیناً ان کے علم وفضل سے معمور ہوا کرتے تھے۔

امام حافظ ابوزرعہ متوفی ۲۶۴ھ جلیل القدر محدث ہیں، ان کی جلالت شان سب میں مسلم تھی، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ نوجوان (ابوزرعہ رازی) چھ لاکھ احادیث کا حافظ ہے، ابن راہویہ کا قول ہے کہ ہر وہ حدیث جسے ابوزرعہ نہ جانیں، اس کی اصل نہیں ہے، امام ابوزرعہ خود فرماتے ہیں:

"میرے کانوں نے جو بات بھی سنی میرے دل نے اسے محفوظ کرلیا، میں بغداد کے بازار میں چلتا ہوں، اور جھروکوں سے مغنیہ عورتوں کی آواز سن لیتا ہوں، تو اس ڈر سے کان میں انگلی ڈال لیتا ہوں کہ ان کے گانے یاد نہ ہو جائیں"۔

ابن جوزیؒ نے ابو جعفر تستری سے روایت کی ہے کہ "ایک مرتبہ ہم لوگ ابوزرعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ بازار میں تھے اور ان کے ہمراہ ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت تھی"۔

ان تمام حضرات نے حدیث تلقین یعنی حدیث لقنو امو تاکم لا اله الا الله کا مذاکرہ کیا مگر یہ لوگ امام ابوزرعہؒ کے رعب وداب اور جلالت شان سے مرعوب ہو کر ان کو تلقین کی ہمت نہ کر سکے تو سب نے مل کر کہا کہ آؤ حدیث کا مذاکرہ کریں، چناں چہ محمد بن مسلم نے کہا حدثنا الضحاک عن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر عن صالح پھر آگے اس سے نہ بڑھ سکے اور خاموش ہو گیے، دوسرے حضرات بھی خاموش ہی رہے، یہ دیکھ کر امام ابوزرعہؒ نے بازار میں یہ حدیث پوری سند کے ساتھ بیان کی، راوی کا بیان ہے:

"ابوزرعہؒ نے بھرے بازار میں اس طرح حدیث بیان کی کہ مجھ سے بندار نے بیان کیا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ہم سے عبد الحمید بن جعفر نے صالح بن ابی غریب سے انھوں نے کثیر بن مرہ حضرمی سے انھوں نے حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ (۹۰)

اس واقعہ میں امام ابوزرعہؒ کا بازار میں آنا جانا اور کبار محدثین کی جماعت کے ساتھ بازار میں پایا جانا، اور پھر بازار ہی میں حدیث کا مذاکرہ کرنا، یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ ہمارے اسلاف تعلیم کے لیے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے، اور مکان ہو یا بازار یا پھر مسجد، وہ ہر جگہ علمی کام کیا کرتے تھے۔

عالم اور چٹائی کی تجارت

امام ابو یعلی حسن بن ربیع بجلی کوفی متوفی ۲۲۱ھ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ ہیں، نہایت بزرگ اور عبادت گذار محدث تھے، کوفہ میں ان کا گھر اور دوکان دونوں ان کے علم وفضل کے مرکز تھے، اور چٹائی کی تجارت کے ساتھ مسند علم کے صدر نشیں تھے، امام ذہبی نے لکھا ہے:

"عجلی کا بیان ہے کہ آپ نہایت ثقہ، بزرگ اور عابد محدث تھے، چٹائیاں فروخت کرتے تھے"۔ (۹۱)

حافظ حدیث ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن عمار موصلی متوفی ۲۴۲ھ علم حدیث میں امامت کا مرتبہ رکھنے کے ساتھ موصل سے بغداد تک تجارتی کاروبار رکھتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے:

"تجارتی سلسلہ میں وہ بار بار بغداد آتے جاتے تھے"۔ (۹۲)

یہاں پر یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہئے کہ ہمارے علماء جب دوسرے شہر میں کسی کام سے جاتے تھے، تو وہاں کے اہل علم ان کی خدمت میں آکر اکتساب علم کرتے

تھے، اور ان سے احادیث کا سماع کر کے سند لیتے تھے، چناں چہ امام موصوف بھی جب آتے تو لوگ اس زمانہ کے ذوق کے مطابق ان سے تحصیل علم کرتے تھے۔

شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزیؒ متوفی ۲۹۴ھ اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام تھے، ساتھ ہی بہت بڑے تاجر اور مال دار بھی تھے، ۲۶۰ھ میں نیساپور آئے، تو یہاں ایک آدمی کی شرکت میں تجارت شروع کی اور اس طرح تقسیم کار فرمائی کہ ان کا شریک تجارتی کاروبار کو دیکھتا اور وہ خود رات دن پڑھنے پڑھانے اور عبادت کرنے میں لگے رہتے۔

علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے:

''آپ نے نیساپور جا کر ایک آدمی کے ساجھے میں یوں تجارت شروع کی کہ خود تو علم و عبادت میں مشغول رہتے اور ساجھی کاروبار سنبھالتا تھا''۔ (۹۳)

امام علی بن عبدک جرجانی کے ذکر میں حافظ ابو القاسم حمزہ سہمی نے تاریخ جرجان میں حماد بن زید کی زبانی ان کے استاذ ایوب کے بارے میں روایت کی ہے کہ وہ اپنی دوکان میں بیٹھتے، تو طالب علم ان کے سامنے جا کر بھیڑ لگاتے اور ان کو کہنا پڑتا تھا کہ تم لوگ میرے سامنے بھیڑ لگا کر بیٹھ جاتے ہو جس کی وجہ سے گاہک نہیں آتے، لہٰذا تم لوگ دوکان کے اندر میرے پیچھے بیٹھا کرو، اور وہیں سے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھا کرو، حماد بن زید کا بیان ہے:

''ایوب بازار میں ہوتے اور ہم لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے

سامنے بیٹھتے تو وہ کہتے کہ تم لوگ میرے سامنے بیٹھ کر گاہکوں کو مت روکا کرو بلکہ میرے پیچھے بیٹھ کر جو کچھ دریافت کرنا ہو مجھ سے دریافت کیا کرو''۔ (۹۴)

امام ایوب کی دوکان کے بارے میں یہ فیصلہ مشکل ہے کہ وہ دوکان تھی یا مدرسہ اور اس پر گاہکوں کی زیادہ بھیڑ رہا کرتی تھی، یا طالب علموں کی، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ کی بھیڑ زیادہ تھی، اور انھیں دیکھ کر گاہک کم آتے تھے، اور وہ اس دوکان کو مدرسہ قرار دے کر دوسری طرف رخ کرتے اور جب یہ بھیڑ اندر ہوتی تو خریدار آتے۔

حافظ تقی الدین عبد العزیز بن محمود حنبلی بغدادی کی دوکان میں تجارتی سامان اور سودا سلف کی طرح احادیث کی بہت سی کتابیں بھی رہا کرتی تھیں، جن میں سے اکثر خود ان کی تصنیفات تھیں، امام ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں:

''ان کی دوکان میں بڑی بڑی کتابیں اور ان کے اجزاء تھے، اور ان میں اکثر وہ کتابیں تھیں، جن کو انھوں نے خود جمع کیا یا ان کی تخریج کی تھی''۔ (۹۵)

امام تقی الدین کی تجارتی دوکان سودا سلف سے بھری رہتی رہی ہو یا نہیں مگر کتابوں سے پٹی رہتی تھی، اور یہ کتابیں تجارتی نہیں تھیں، بلکہ پڑھنے پڑھانے کی تھیں، جن میں خود انھیں کی لکھی ہوئی تھیں۔

امام ابو بکر محمد بن سعید کسائیؒ جب جرجان تشریف لاتے تو بازار کے وسط میں اترتے اور علم و روحانیت کے تازہ مال آنے پر دھوم مچ جاتی، اس طرح جرجان کے تاجروں کو اپنے بازار اور دوکان میں بیٹھے بیٹھے علم و فضل کی نعمت مل جاتی اور نہایت

ذوق وشوق سے استفادہ کرتے، ان کے ذکر میں امام سہمی لکھتے ہیں:

''آپ جرجان آتے تو وسط بازار میں قیام فرماتے''۔ (۹۶)

امام ابوذر عیسیٰ بن احمد قاری جرجانی بزاز تھے، کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، ان کا مکان بیچ بازار میں واقع تھا، اور وہیں دوکان بھی تھی، سہمیؒ نے تصریح کی ہے:

''ابوذر عیسیٰ بن احمد بن عباس قاری بزاز جرجانی وسط بازار کے علاقے میں رہتے تھے''۔ (۹۷)

اسی طرح امام ابوالحسن علی بن ابراہیم آبندونی ۳۳۳ھ جرجان کے وسط بازار میں سکونت پذیر تھے، اور وہیں سے آپ کا جنازہ نکلا۔

سہمیؒ کا بیان ہے:

''آپ کا وصال جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد بازار میں ہوا''۔ (۹۸)

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ جس جمعہ کو جرجان کے بازار سے علم وفضل کی یہ متاع گراں مایہ اٹھی، بازار پر کیا بیتی ہوگی، اور گاہکوں اور دوکان داروں نے اپنے اس مال کو کس رنج والم کے ساتھ سپرد خاک کیا ہوگا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ جب امام ابوبکر اسماعیلی جرجانیؒ کی وفات ۳۷۱ھ میں ہوئی، اور اس حادثہ فاجعہ کی خبر بغداد پہونچی، تو وہاں کے تین سو سے زائد علماء، فقہاء اور محدثین کے ساتھ دوکان داروں اور تاجروں نے بھی ان کی تعزیت کی اور اس غم میں علماء اور تجار فقیہ ابوالقاسم دارکیؒ کی مسجد میں تین دن یا پانچ دن تک

بیٹھے، سہمیؒ نے لکھا ہے:

''اس درمیان میں بغداد کے فقہاء، اعیان شہر، اور تاجر مسجد میں جمع ہوکر تعزیت کرتے رہے''۔ (۹۹)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تاجروں اور دوکان داروں کو علم اور اہل علم سے کس قدر تعلق تھا، اور ان کا تجارتی اور کاروباری ذہن تعلیم وتعلم سے کس قدر مانوس تھا۔

ابوالقاسم حسین بن جعفر متوفی ۳۷۶ھ زبردست واعظ تھے، وزّان کے لقب سے مشہور تھے، وزان ایسے شخص کو کہتے ہیں، جو اجرت پر لوگوں کے تجارتی سامان تولتا ہے، آپ بھی بازار میں دوکان داروں اور خریداروں کے سامان تولتے تھے، اور بازار ہی میں ان کا مکان بھی تھا، نہایت زبردست عالم اور امانت دار بزرگ تھے۔

امام ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

''آپ ''سوق عطش'' میں سکونت پذیر تھے بہت ثقہ، امانت دار، نیک اور مستور الحال بزرگ تھے''۔ (۱۰۰)

ابوالسائب عتبہ بن عبیداللہ ہمدانیؒ بہت بڑے محدث اور بزرگ عالم تھے، ان کے والد عبیداللہ دین دار تاجر تھے، انھوں نے تجارت اور دوکان داری کے ساتھ تیس سال تک سے زائد ہمدان کی ایک مسجد میں امامت کی تھی، ابوالسائب

ہمدانی کا مکان اسی وجہ سے بازار کے اندر تھا، اور مرنے کے بعد اسی میں دفن کیے گیے۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

''آپ اپنے مکان میں واقع ''سوق یحییٰ'' میں دفن کیے گیے''۔ (۱۰۱)

امام ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن درک بزدی بغداد کے بہت بڑے تاجروں میں سے تھے، ان کی دوکان سامانِ تجارت سے پٹی رہتی تھی، مگر آخر میں ان سب کو چھوڑ کر ایک مسجد کو آباد کیا اور علم وعبادت کی تمام تر سرگرمی اسی میں مرکوز رکھی، ابن جوزیؒ کا بیان ہے:

''آپ بغداد کے بڑے تاجروں میں سے ایک تھے، مگر ترک دنیا کر کے مسجد کا گوشہ سنبھالا اور عبادت میں لگ گیے''۔ (۱۰۲)

ایک دل چسپ واقعہ

ابن فضلان رازی کے والد بغداد میں دوکان داری کرتے تھے، ابن فضلان کہتے ہیں، میرے والد بغداد کے دوکان دار تھے، میرے بچپن کا زمانہ تھا، میں اپنے والد کی دوکان میں پڑی ہوئی چار پائی پر بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے سے ایک آدمی گذرا، میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ بغداد کا کوئی فقیر ہے، میرا دل اس کی طرف کھنچا، میں نے اسے سلام کیا اور ایک دینار جو میرے پاس تھا، دیا اس شخص نے لے کر اپنی راہ لی، اور میری طرف کوئی توجہ نہیں کی، میں نے دل میں سوچا کہ یہ خیرات میں نے ضائع کی، اور ایسے آدمی کو دیا جو بالکل بے نیاز

ہے، پھر میں اس کے پیچھے چلا، وہ آدمی مسجد شونیزیہ میں گیا، جہاں اسے تین فقیر ملے، ان کو وہ دینار دے کر خود نماز میں مشغول ہوگیا، جس آدمی کو دینار دیا وہ مسجد سے باہر نکلا، میں اس کے پیچھے چلا، اور تماشا دیکھتا رہا کہ وہ کھانا خرید کر لایا اور تینوں نے مل کر کھایا، اور وہ آدمی اپنی نماز میں مشغول ہے، جب وہ آدمی نماز سے فارغ ہوا تو ان تینوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ تمہیں خبر ہے کہ مجھے کیوں دیر لگی؟ انھوں نے عرض کیا ہمیں خبر نہیں، تو فرمایا: ایک نوجوان نے مجھے ایک دینار دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اسے دنیا کی غلامی سے نجات دے دے الحمد للہ کہ یہ دعا مقبول ہوگئی، جب میں نے یہ بات سنی، تو بے قابو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گیا، اور عرض کیا آپ نے سچ فرمایا اے استاذ! (۱۰۳)

یہ بزرگ حضرت ابوعبداللہ خاقانی صوفی متوفی ۲۷۹ھ تھے، اس واقعہ میں بازار سے مسجد تک علم وروحانیت کا جو سلسلہ نظر آتا ہے، وہ ہمارے اسلاف کا امتیازی کارنامہ ہے۔

چارہ فروخت کرنے والے عالم

امام ابوالعباس احمد بن محمد بن رومیہ اشبیلی اندلسی متوفی ۶۳۷ھ نباتی اور عشاب کی نسبت ولقب سے مشہور تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھاس اور چارہ فروخت کرتے تھے، اور یہ احادیثِ رسولؐ میں گہری نظر رکھنے والا جانوروں کے لیے مفید اور مناسب گھاسوں اور چاروں کی شناخت میں بھی بڑی گہری نگاہ

رکھتا تھا، اور اس کاروبار کے کرنے والوں پر فوقیت رکھتا تھا، علامہ ذہبیؒ کا بیان ہے:

'' آپ کو گھاسوں اور چاروں کی بڑی پہچان تھی، اور اس میں وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ماہر تھے، اور ایک مستقل دوکان پر بیٹھ کر گھاس چارہ فروخت کرتے تھے''۔ (۱۰۴)

گھاس کی جس دوکان پر امام ابو العباس ابن رومیہ اشبیلی جانوروں کا چارہ فروخت کرتے تھے، نہیں کہا جا سکتا کہ اس دوکان پر دینی علوم کے خریداروں کی بھیڑ کس قدر ہوتی تھی، یقین کرنا چاہیئے کہ یہ گھاس بھونسے کی دوکان نہیں، آج کے بڑے بڑے مدارس سے زیادہ علمی اور دینی فیض پہونچاتی تھیں۔

امام حافظ ابو زرعہ محمد بن عبد الوہاب انصاری امام حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے تاجر اور دوکان دار تھے، بلکہ بہت سی دوکانوں اور سراؤں کے مالک بھی تھے، اور ان میں بڑے بڑے تجارتی کاروبار ہوتے تھے، اور باہر کے سوداگر آیا جایا کرتے تھے، بعد میں آپ نے ان تمام دوکانوں اور سراؤں کو اپنے لڑکوں پر وقف کر دیا۔ امام سہمیؒ لکھتے ہیں:

'' آپ کی کئی سرائیں اور دوکانیں تھیں جن کو آپ نے اپنی اولاد پر وقف کر دیا''۔ (۱۰۵)

عطر فروش عالم

ابو جعفر عمر بن علی قلعی مغربی متوفی ۵۷۶ھ بہت بڑے طبیب تھے، مفرد اور

مرکب دواؤں کی پہچان خوب تھی، مدتوں دمشق میں مقیم رہے، ابن سینا کی قانون کے حواشی لکھے، اور بقراط کی کتاب کی شرح لکھا، اس امام فن کا فنی مرکز ایک دوکان تھی، جو مرتے دم تک مرجع خاص و عام بنی رہی۔

صلاح الدین صفدی کا بیان ہے:

''لبادہ فروشوں کی لائن میں آپ کی عطر کی دوکان تھی، جہاں آپ بیٹھ کر عطر بھی بیچتے تھے، اور لوگوں کا علاج بھی کرتے تھے، اور آخر عمر میں آپ چلنے پھرنے سے مجبور ہو گیے''۔ (۱۰۶)

آخری عمر میں نزول الماء (موتیابند) کی وجہ سے آپ نابینا ہو گیے تھے۔

امام شیخ القراء بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابن السراج دمشقی متوفی ۷۴۳ھ علم و قرأت اور نحو کے زبردست امام تھے، بڑے نوک پلک کے آدمی تھے، متعدد حج کیے تھے، اور آخر عمر میں مصر میں آکر ایک دوکان کھولی اور تاجر بن کر زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ کے بارے میں صلاح الدین صفدی کا بیان ہے:

''۷۰۰ھ میں مصر میں چلے آئے اور ایک دوکان میں تاجر بن کر بیٹھ گیے''۔ (۱۰۷)

تاجر بن کر بیٹھ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علمی زندگی سے قطع تعلق کر لیا تھا، بلکہ تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف کی سرگرمیاں اور تجارتی سرگرمیاں بہم ہو گئیں۔

امام امین الدین محمد بن ابوبکر حلبی صفار متوفی ۷۲۰ھ بڑے نیک نفس اور پاک دامن بزرگ تھے، صفاری (ٹھٹھیرا پن) آبائی پیشہ تھا، اور علمی زندگی میں یہ کام بھی جاری تھا، بلکہ آپ کی ایک مستقل دوکان چلتی تھی، جب بڑھاپے میں قویٰ نے جواب دیا اور بینائی جاتی رہی، تو دوکان بند کردی، آخری زمانہ بڑی کس مپرسی اور پریشانی میں گذرا۔ صفدی کا بیان ہے:

''آپ تنہا رہ گیے اور نابینا ہوکر ہر کام سے عاجز ہوگیے اور دوکان کو ختم کردیا''۔ (۱۰۸)

دوکان داروں اور تاجروں کا علمی ذوق اس قدر ستھرا اور بیدار تھا کہ خرید وفروخت کے کاموں سے جب فرصت ملتی وہ تعلیمی مصروفیت میں لگ جاتے تھے، اور بازار میں اتفاق سے تعلیم وتعلم کی صورت نظر نہ آتی تو کسی قریبی درس گاہ میں پہونچ جاتے، چناں چہ ابومحمد بن محمد حناط مروزیؒ بڑے پایہ کے فقیہ ومحدث تھے، اور حطہ یعنی گیہوں کے تاجر تھے، اور دوکان داری کے کاموں میں سے جب فرصت ملتی فوراً قریبی مدرسہ میں جاکر دن کا اکثر وبیشتر وقت اس علمی فضا میں گذارتے۔

علامہ سمعانیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابومحمد گندم فروش ہمارے مدرسہ میں آیا کرتے اور دن کا اکثر وبیشتر حصہ اسی میں رہ کر گذارتے تھے''۔ (۱۰۹)

بازاروں اور دوکانوں میں دینی علوم کی وجہ سے مسلمانوں کے بازار بھی ہر طرح مامون ومحفوظ رہا کرتے تھے اور خلاف شرع امور کا ڈر نہیں رہتا تھا، اور دوکان داروں سے لے کر خریدار تک دین ودیانت اور ایمان وامانت کی باریکیوں سے واقف تھے، چناں چہ حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں علامہ شعرانیؒ نے لکھا ہے:

''وہ اذان سن کر اپنی دوکان مقفل نہیں کرتے تھے بلکہ دروازہ بھیڑ کر مسجد میں چلے جاتے تھے''۔ (۱۱۰)

علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کاملین میں سے ہیں اور آپ کے بڑے فضائل ومناقب ہیں، ابتداء میں گھوم گھوم کر سودا بیچا کرتے تھے، آخر میں ایک دوکان لے کر اسی میں کھجور کے چھلکے اور پتے سے چٹائی، پنکھا، زنبیل وغیرہ تیار کرکے فروخت کرتے تھے۔

روغن فروش عالم

امام ابوعبداللہ محمد بن حارث قیروانی مغربیؒ نے اندلس میں خلیفہ حکم بن عبدالرحمن کے یہاں بڑا مرتبہ حاصل کیا اور اس کے لیے مالکی مذہب میں کتابیں لکھیں، نیز اندلس اور افریقہ کی تاریخ لکھی، حکم کے انتقال کے بعد جب حالات ناسازگار ہوگیے تو ایک دوکان میں بیٹھ کر روغن فروشی کرنے لگے، ذہبی کا بیان ہے:

''حکم کی موت کے بعد محمد بن حارث محتاج ہو گیے، یہاں تک کہ ایک دوکان پر بیٹھ کر تیل فروخت کرنے لگے''۔ (۱۱۱)

دلالوں، حمالوں اور گماشتوں کا تعلیمی وتبلیغی ذوق

بازاروں میں علمی اور تعلیمی سرگرمی کے نتیجہ میں دوکان دار اور تاجروں کے علاوہ تجارتی کاروبار سے تعلق رکھنے والے ہر طبقہ میں دینی علوم کا شوق ہوا، اور اس میں دین کے بڑے بڑے امام پیدا ہوئے، خاص طور سے جو بازار میں کام کرتے تھے، ان کو وہاں کے علمی ماحول سے خوب استفادہ کا موقع ملا، چناں چہ گماشتوں دلالوں، وزّانوں اور حمالوں یعنی مزدوروں میں خوب علم پھیلا اور ان میں دین کے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔

گماشتوں اور دلالوں میں علم وفضل کی ایک اور مثال سنئے، امام ابو محمد یعقوب بن صالح سیرائیؒ متوفی ۳۲۲ھ زبردست محدث وفقیہ تھے، ان کے پاس احادیث کا بڑا ذخیرہ تھا، ان کے متعلق ابن جوزیؒ نے لکھا ہے:

''آپ ایرانی اور ہندوستانی تاجروں کے سامان فروخت کرتے تھے''

یعنی آپ ایران اور ہندوستان کے مال کے دلال اور گماشتہ تھے اور ان کی نکاسی کرتے تھے۔

ابو حفص عمر بن عبد اللہ بن عمر بن تعویز دلال کی نسبت سے مشہور ہیں، مشہور علماء میں سے تھے، ۴۱۵ھ میں وفات پائی۔

ابو القاسم ابراہیم بن عبد الواحد بن محمد بن حباب بغدادیؒ بھی دلال تھے، بڑے ثقہ محدث تھے، محمد بن عبد اللہ شافعی وغیرہ سے حدیث کی روایت کی تھی، بغداد کے مشرقی جانب سکونت پذیر تھے، صفر ۴۱۷ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد حسین بن محمد ہاشمی بغدادی بھی دلال تھے، ابو بکر بسران اور امام ابو الحسن دار قطنی کے شاگرد تھے، ۲۴ ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں وفات پائی''۔ (۱۱۲)

وزّان ان لوگوں کو کہتے تھے جو بازار میں اجرت پر لوگوں کے سامان کا وزن کیا کرتے تھے، جیسے ہمارے یہاں بڑے بڑے شہروں میں سونے چاندی تولنے والے ہوتے ہیں، جو ذمہ داری کے ساتھ وزن کر کے بتاتے ہیں، اور اپنی فیس لیتے ہیں۔

عہد رسالت میں بھی ایسے وزّان تھے، جیسا کہ پہلے ایک حدیث میں گذر چکا ہے۔

امام ابو القاسم حسین بن جعفر بن محمد واعظ بغدادیؒ وزّان تھے، اور ''سوق العطش'' میں رہتے تھے، نہایت سچے امانت دار بزرگ تھے، امام بغوی ابن ابی داؤد اور محاملی وغیرہ سے درس لیا تھا، ربیع الاول ۳۷۶ھ میں وفات پائی۔

حمال باربردار اور مزدور کو کہتے ہیں جو لوگوں کے سامان بازاروں اور دوکانوں سے اٹھا کر اجرت پر ان کے مکانوں پر پہونچایا کرتے تھے، ان لوگوں میں بہت سے علماء پیدا ہوئے ہیں، اور حمالوں میں علمی اور دینی ذوق پیدا ہوا ہے، ابن حوقل نے لکھا ہے کہ میں نے عجم کے شہر میں خود دیکھا کہ دو حمال ایک ساتھ

جارہے تھے، پشت پر بوجھ تھا، اور راستے میں ایک آیت کی تفسیر پر گفتگو کرتے ہوئے چلے جارہے تھے۔

مشکان حمال تابعی ہیں، آپ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے۔

ابوموسیٰ ہارون بن عبد اللہ بن مروان حمال زبردست محدث تھے، ان کے صاحبزادے ابوعمران موسیٰ بن ہارون حمال پہلے بازار میں بزازی کا کام کرتے تھے، مگر بعد میں یہ کام چھوڑ کر مزدوری اور بار برداری کر کے کھاتے تھے۔

باپ بیٹے دونوں حضرات حمالی کرتے تھے اور رزق حلال حاصل کرتے تھے، دونوں نے وقت کے بڑے بڑے ائمہ دین سے علم حاصل کیا، اور دونوں سے علمائے اسلام نے تحصیل علم کی، ہارون حمال کا حال بقول ابراہیم حربی یہ تھا:

''ہارون بن عبداللہ حمال نہایت سچے تھے، اگر بالفرض جھوٹ بولنا حلال ہوتا تب بھی غایت تقویٰ کی وجہ سے آپ جھوٹ نہ بولتے''۔

حضرت رافع بن علی حمال بہت بڑے عالم وفقیہ ہونے کے ساتھ بڑے عابد وزاہد تھے، بیت اللہ کی مجاورت اختیار فرمائی تھی، اور وہیں انتقال کیا، امام ابواسحاق شیرازی اور امام ابویعلیٰ فراء نے آپ سے تحصیل علم کر کے فقہ وحدیث میں امامت کا درجہ پایا، آپ بار برداری اور مزدوری کر کے جو اجرت پاتے، اس میں سے ان دونوں حضرات کو بھی دیتے، اس وقت یہ دونوں حضرات امام رافع بن علی حمال سے تعلیم حاصل کررہے تھے۔

امام سمعانیؒ نے لکھا ہے:

'' آپ حمالی اور بار برداری کرتے تھے، اور اس کی اجرت سے ان دونوں پر خرچ کرتے تھے''۔(۱۱۳)

جس قوم کے حمال اور مزدور علم وفضل میں یہ مقام ومرتبہ رکھتے تھے، اس قوم کے بازار یقیناً دارالعلوم تھے، اور ان کا تمام کاروبار اور خرید وفروخت کا ہنگامہ علم ودین سے کبھی خالی نہیں ہوتا تھا، یوں سمجھئے کہ وہ بازار میں بیٹھ کر دین کی تعلیم وتبلیغ سے غافل نہیں رہتے تھے۔

تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں مکانات میں

دینی تعلیم کی بہترین درس گاہ مسلمانوں کے گھر ہیں اور یہاں پر جو تعلیم دی جاتی ہے، وہ بہت ہی کامیاب اور مفید ثابت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ دینی تعلیم کا انتظام اپنے گھروں میں کیا، اور اپنے بچوں کو بہترین تعلیم دی، حتیٰ کہ جب مکاتب اور مدارس کا باقاعدہ رواج ہوا، اور محلہ محلہ مسجدوں، مکتبوں اور مدرسوں میں تعلیم ہونے لگی، اس وقت بھی گھر کی تعلیم جاری رہی، اور اس سے بڑا فائدہ ہوا۔

جامعہ دارِ ارقم

رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کا سلسلہ پہلے کسی مسجد یا مدرسہ میں جاری نہیں فرمایا، بلکہ ایمان لانے والوں کو ان کے گھروں میں تعلیم دلائی، چناں چہ مکہ مکرمہ میں جب حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور ان کے بہنوئی سعیدؓ مسلمان ہوئے تو ان کی تعلیم کا بندوبست ان کے گھر میں کیا گیا، جہاں دو صحابی رسول خبابؓ بن ارت اور دوسرے ایک صاحب تعلیم دیتے تھے، حضرت عمرؓ اپنے ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ واقعہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ مسلمان ہونے والوں کو ایک ایک دو دو کرکے کسی صاحبِ حیثیت مسلمان کے پاس بھیج دیا کرتے تھے، اور یہ لوگ اس کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے چناں چہ آپؐ نے میرے بہنوئی کے پاس بھی دو آدمی بھیجے، ایک تو خباب بن ارتؓ تھے

دوسرے کا نام مجھے معلوم نہیں، اور خباب میرے بہنوئی اور بہن کے یہاں جاکر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے''۔ (۱۱۴)

یہ مکان یا اسلام کی پہلی خانگی درس گاہ حضرت ارقم کی ملکیت میں تھا، اور کوہ صفا پر واقع تھا، یہ مقام اس زمانہ میں دعوت اسلام اور تعلیم اسلام کا مرکز ٹھہرا، اور اسی زمانہ میں ''دارالاسلام'' کے نام سے مشہور ہوگیا''۔ (۱۱۵)

حضرت عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ جب وہ ان کے گھر پہونچے تو دیکھا کہ بہن اور بہنوئی دونوں بیٹھے ہوئے قرآن کا درس لے رہے تھے، آپ نے فرمایا:

''یہ لوگ بیٹھے ہوئے صحیفہ پڑھ رہے تھے''۔

ابن ہشام نے بھی اس کی تصریح یوں کی ہے:

''خباب بن ارتؓ فاطمہؓ بنت خطاب کے یہاں جاکر ان کو قرآن پڑھاتے تھے''۔ (۱۱۶)

اسی طرح مکی زندگی میں مستضعفین اسلام چھپ چھپا کر اپنے اپنے گھروں میں اور دار ارقم میں دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

یہی ''دار ارقم'' مکی زندگی میں اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز بنا، کفار قریش کے ظلم سے تنگ آکر رسول اللہ ﷺ اسی گھر میں پناہ لیتے تھے اور چھپ کر تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری فرماتے تھے، اس میں تقریباً چالیس صحابہ کرامؓ قیام پذیر تھے، جن میں مرد و عورتیں سب ہی شامل تھے۔

ارقم کے گھر کا یہ مدرسہ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ''دارالاسلام'' کے

لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اس مدرسہ کا نقشہ یہ ہے:

(۱) طلبہ کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی (۲) رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور بھی کئی حضرات معلم و مدرس تھے، جن میں حضرت خباب کا نام خاص طور سے مشہور ہے (۳) یہ مدرسہ بھی تھا اور دارالاقامہ بھی۔ (۴) طلبہ کے طعام کا انتظام یہ تھا کہ صاحب حیثیت صحابہ ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ کے تعلیم یافتہ فضلائے صحابہ نے دوسرے مقامات پر تعلیم عام کی، مدینہ جا کر ہجرت سے پہلے ہی قرآنی تعلیم کا چرچا عام کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے عقبہ ثانیہ کے موقع پر اہل مدینہ کے اصرار پر حضرت مصعب بن عمیرؓ کو معلم بنا کر مدینہ روانہ فرمایا، آپ نے وہاں پہونچ کر حضرت سعد بن ضرارہؓ کے گھر میں تعلیم قرآن کا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا اور اس طرح تعلیم عام کی کہ چند ہی دنوں میں تقریباً انصار کے تمام قبائل مسلمان ہو گیے، اور بہت کم گھر اسلام کی روشنی سے محروم رہے۔

معجم کبیر طبرانی کی ایک روایت میں تصریح ہے:

''انصار کا شاید ہی کوئی گھرانا ایسا رہا ہو جس کے افراد مسلمان نہ ہوئے ہوں، شرفائے انصار مسلمان ہوئے اور عمرو بن جموح مسلمان ہوئے اور لوگوں نے اپنے اپنے بت توڑ ڈالے اور مدینہ میں مسلمان سب سے معزز بن گیے اور ان کے معاملات درست ہو گیے''۔ (۱۱۷)

ہجرت سے پہلے جن گھروں میں تعلیم ہو رہی تھی، ان میں ''دار سعد بن ضرارہ'' کی طرح

''دار سعد بن خثیمہ'' بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، چوں کہ حضرت سعد بن خثیمہ مجرد تھے، گھر میں بیوی بچے نہیں تھے، اس لیے جو مہاجرین مدینہ میں مجرد تھے اور ان کے بال بچے مکہ میں تھے، ان کے لیے آپ کا یہ مکان مدرسہ اور دارالاقامہ تھا۔

اسی طرح مدینہ کے اور کئی مکانوں میں ہجرت سے پہلے باقاعدہ قرآن کی تعلیم ہو رہی تھی بنونجار، بنوعبدالاشہل، بنوظفر اور بنوعمرو بن عوف کے محلے اور ان کے گھر خاص طور سے تعلیم کے مرکز تھے، مدینہ کی ان خانگی درس گاہوں کی اس قدر شہرت ہوئی کہ ان کے معلّم کو مقری کا لقب مل گیا اور ان کو باقاعدہ معلّم و مقری کے لقب سے پکارا جانے لگا، چناں چہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جب مدینہ سے تعلیمی خدمات انجام دے کر مکہ واپس آئے، تو مقری کے خطاب سے پکارے جانے لگے تھے۔

حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی میں نے طوال مفصل کی سورتیں زبانی یاد کر لی تھیں۔

اس کے بعد جب تمام صحابہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور ہر ہر مسجد میں تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہو گیا، اس وقت بھی انصار کے گھروں میں تعلیم کا انتظام تھا، اور اصحاب صفہ تک ان کے یہاں تعلیم حاصل کرنے جایا کرتے تھے، حتیٰ کہ باہر سے آنے والے بعض وفود کی تعلیم بھی انصار ہی کے گھروں میں ہوا کرتی تھی، صحابہ کرام میں انصار اس کام کے لیے مشہور و منتخب تھے۔

باہر سے آکر مسلمان ہونے والے وفود کی تعلیم کے لیے یا تو انھیں میں سے ایک شخص

کو جو قرآن جانتا تھا، معلم بنا دیا جاتا، یا پھر جامعہ صفہ کے فارغین اور جماعت قراء میں سے آدمی ساتھ کر دیا جاتا جو ان کی بستیوں میں جا کر ان کے گھروں پر تعلیم دیتا، اور اگر مسجد بن جاتی تو اس میں تعلیم کا انتظام کیا جاتا، اس طرح ملک عرب کے مختلف علاقوں اور قبائل میں گھریلو مکاتب کا رواج عہد رسالت میں عام ہو گیا تھا، جن میں دین کی مکمل تعلیم دی جاتی تھی۔

بعد میں جب مساجد اور جوامع میں تعلیم کا مستقل انتظام ہو گیا، اور ہر شخص آسانی سے ان میں جا کر کتاب و سنت کا درس لینے لگا تو بہت سے علماء نے ان ہی مرکزوں میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا مگر اس کے بعد گھروں میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رہا، اور علوم نبوت کے طالب اساتذہ و شیوخ کے گھروں پر حاضر ہو کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے:

''جب میں سنتا کہ فلاں شخص کے پاس حدیث ہے تو اس کے مکان پر جا کر بیٹھا رہتا اور جب وہ نکلتا تو دریافت کرتا حالاں کہ اگر میں اسے بلانا چاہتا تو فوراً بلا لیا کرتا''۔ (۱۱۸)

حضرت ابن عباسؓ کا حلقۂ درس مسجد حرام میں زم زم کے قریب ہوتا تھا مگر آپ کا گھر بھی طالب علموں سے معمور رہا کرتا تھا اور عراق وغیرہ تک کے طلبہ بڑی تعداد میں گھر پر تعلیم حاصل کرنے آیا کرتے تھے، اس موقع پر ایک واقعہ سننے کے قابل ہے:

ایک دن عبد اللہ بن صفوان نامی ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عباس کے مکان کے

پاس سے گذرا تو دیکھا کہ فقہ کے طلباء کی ایک جماعت گھر میں موجود ہے اور پھر آپ کے بھائی عبید اللہ بن عباس کے مکان کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ کھانا لینے کے لیے ایک جماعت موجود ہے، یہ زمانہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی مکہ میں خلافت کا تھا، اس شخص نے حضرت ابن زبیرؓ کے پاس جا کر کہا کہ آپ شاعر کے اس شعر کے مصداق بن گئے ہیں:

فان تصبك من الأيام قارعة   لم نبك منك على دنيا و لا دين

یعنی اگر آپ کو کوئی مصیبت پہونچ جائے تو ہم آپ کے نہ ہونے سے دین و دنیا کی کسی ضرورت کے لیے نہیں روئیں گے۔

یہ سن کر ابن زبیرؓ نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ عباس کے دونوں صاحبزادوں میں سے ایک لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، انھوں نے آپ کے لیے عزت و شہرت کا کوئی کام نہیں چھوڑا، حضرت ابن زبیرؓ نے عبد اللہ بن مطیع کو بلایا اور کہا کہ حضرت عباس کے دونوں صاحبزادے عبد اللہ اور عبید اللہ سے جا کر کہو کہ امیر المومنین کا حکم ہے کہ آپ دونوں حضرات یہاں سے نکل جائیں نیز وہ لوگ بھی جو اہل عراق سے آپ دونوں کے یہاں آ کر رہتے ہیں، ورنہ پھر ایسا ایسا کروں گا، یہ پیغام سن کر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں صرف دو قسم کے آدمی آتے ہیں، ایک فقہ کے طالب علم اور دوسرے فضل و کرم کے طالب، آپ خود ہی بتائیں ان دونوں چیزوں میں سے کس کو روکیں گے؟ (۱۱۹)

یہ زمانہ سخت فتنہ کا تھا، شام، عراق اور حجاز کا امن وامان ہر وقت خطرے میں رہتا تھا
حضرت ابن زبیرؓ کو خطرہ تھا کہ کہیں اہل عراق یہاں جمع ہو کر کوئی سازش نہ کریں، اس
واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے مکان پر بیرونی طلبہ کی کس قدر
بھیڑ رہتی تھی، اوران کا حلقۂ درس کتنا وسیع تھا، حضرت نافع مولیٰ ابن عمرؓ کا گھر بھی اہل
مدینہ کا دارالعلوم تھا، وہاں پر طلبہ حاضر ہو کر علم حاصل کرتے تھے، امام مالکؒ کا بیان ہے:

”میں نوعمری میں ایک ملازم کو ساتھ لے کر نافع کے گھر پر جاتا تو وہ مجھ سے
حدیث بیان کیا کرتے تھے“۔

امام مالکؒ کی نشست ان کے گھر میں بھی ہوا کرتی تھی، جہاں مشرق ومغرب کے
طالبانِ علم آتے اور چشمۂ علم سے سیراب ہوتے، آپ کے مکان سے جاہ وجلال
ٹپکتا تھا، عبدالرحمن بن واقد کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں امام مالک کا
دروازہ دیکھا ہے کہ جیسے وہ کسی امیر وحاکم کا دروازہ ہے، امام مالکؒ کے کاشانہ کی یہ
درس گاہ بڑی پر وقار اور باعظمت ہوا کرتی تھی:

”آپ اپنے گھر میں اپنے گدوں پر بیٹھا کرتے تھے اور آنے والوں کے لیے
دائیں بائیں تکیے اور مسند پڑے رہا کرتے تھے“۔

آپ کے گھر کی یہ علمی مجلس علم وحلم اور وقار کی مجلس ہوتی تھی، آپ بہت ہی
بارعب اور باوقار شخص تھے، مجلس درس میں کسی قسم کا شور اور مذاق نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی
کوئی بلند آواز کرسکتا تھا، جب تک ایک حدیث کو اچھی طرح بیان نہ فرمالیتے دوسری

حدیث کے سوال کا جواب نہیں دیتے، کبھی کبھی کسی طالب علم سے پڑھنے کو کہتے
حبیب نامی آپ کے کاتب خاص تھے، جنھوں نے آپ کی کتابوں کو لکھا تھا، وہی عام
طور سے طلبہ کی جماعت کے سامنے پڑھتے، اور جب کہیں غلطی کرتے تو امام صاحب
ان کو لقمہ دیتے، حاضرین مجلس میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کے قریب ہو یا اپنی
کتاب میں دیکھے اور نہ ہی رعب وجلال کی وجہ سے کوئی سوال کرنے کی ہمت رکھتا تھا۔
آپ کی تشریف آوری سے پہلے عود واگر سلگایا جاتا اور جگہ جگہ پنکھے رکھے جاتے،
آپ اندر سے کپڑے بدل کر اور خوشبو لگا کر نہایت حلم وقار کے ساتھ آتے اور صدر
مجلس میں بیٹھ جاتے، آپ نہایت نفاست پسند، خوش پوش اور باذوق تھے۔

خلیفہ وقت کی حاضری ایک عالم کے دربار میں

اسی مجلس میں ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اپنے دونوں لڑکوں کو لے کر حاضر ہوا، اور
عرض کیا کہ آپ خود ہمیں حدیث پڑھ کر سنایئے، آپ نے فرمایا: مدت سے میں نے
کسی کو پڑھ کر نہیں سنایا ہے بلکہ لوگ میرے سامنے حدیث پڑھتے ہیں، یہ سن کر
ہارون رشید نے کہا کہ اچھا آپ حاضرین مجلس کو باہر نکال دیں تاکہ میں خود
آپ کے سامنے پڑھوں، آپ نے فرمایا کہ اگر بعض خاص لوگوں کی خاطر عام
لوگوں کو روک دیا جائے گا، تو خاص لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، یہ کہہ کر معن بن
عیسیٰ کو پڑھنے کا حکم دیا اور ہارون رشید نے مع دونوں صاحبزادوں کے طلبہ کی صف
میں بیٹھ کر سماع کیا۔

مشہور تابعی عالم حضرت محمد ابن شہاب زہری مدنیؒ اپنے مکان میں درس دیا کرتے
تھے، اور دنیا بھر سے لوگ آآ کر فیض یاب ہوتے تھے، امام معمر بن راشد بصریؒ
آپ کے تلامذہ میں ہیں، ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ابن
شہاب سے کس طرح حدیث کا سماع کیا؟ انھوں نے جواب دیا:

''میرے آقا نے ایک کام سے مجھے مدینہ منورہ بھیجا تو میں مدینہ آکر ایک مکان میں
اترا، دیکھا کہ ایک شیخ کے سامنے لوگ احادیث پڑھ رہے ہیں، میں نے بھی ان کے
ساتھ پڑھنا شروع کردیا''۔

حافظ حدیث امام ابوالاحوص سلام بن سلیم کوفیؒ بڑے متبع سنت اور عابد وزاہد محدث
تھے، ان کا گھر محدثین سے بھرا رہتا تھا، اور اطراف واکناف کے علماء درس حدیث
کے لیے وہاں آتے تھے، وہ اپنے حلقۂ درس سے ایسے لوگوں کو اٹھا دیتے تھے جن کے
بارے میں معلوم ہوجاتا کہ ان کو صحابہؓ سے نفرت ہے، امام ذہبیؒ کا بیان ہے:

''جب ان کا مکان محدثین سے بھر جاتا تو اپنے صاحبزادے سے فرماتے کہ دیکھو
ان میں جو صحابہ کو سب وشتم کرتا ہے، اسے نکال باہر کرو''۔

امام عبدالرحمن بن مہدی بصریؒ حافظ حدیث اور امام جرح وتعدیل ان کے گھر
پر جو مجلس درس ہوتی تھی اس میں دین ودنیا دونوں کی باتیں ملتی تھیں، ایوب بن
متوکل کا بیان ہے:

''جب ہم دین ودنیا کو یکجا دیکھنا چاہتے، تو ابن مہدی کے گھر پر چلے جاتے تھے''۔

ان کی مجلس درس بڑی پرشکوہ وبارعب ہوا کرتی تھی، آپ درس گاہ میں نہ فضول کام
کیا کرتے تھے نہ قلم تراشتے تھے اور نہ اٹھا بیٹھا کرتے تھے، طلبہ کی خاموشی اور سکون کا
یہ حال تھا کہ گویا ان کے سروں پر چڑیا ہے یا وہ نماز میں ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن جعد ہاشمی بغدادیؒ زبردست حافظ حدیث تھے، مجلس درس میں
زبانی احادیث کا املا کرایا کرتے تھے، آپ کے گھر میں درس وتدریس اور بحث وتحقیق
کی مجلسیں ہوا کرتی تھیں، بسا اوقات محدثین کی جماعت اچانک ان کے گھر چلی جاتی،
تو فوراً کھانے کا انتظام ہوتا پھر فراغت کے بعد علمی مباحث شروع ہوتے، چناں چہ
خلف بن سالم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور امام احمد، اسحٰق اور ابن معین، علی بن
جعد کے گھر پہونچے، انھوں نے اپنی کتابیں ہمارے سامنے لاکر رکھ دیں اور خود اندر
چلے گیے ہم لوگوں نے خیال کیا وہ اندر ہمارے کھانے کا انتظام کررہے ہیں، اس
لیے فرصت سمجھ کر کتابیں دیکھنے لگے تو ان کی تمام کتابوں میں ہمیں صرف ایک غلطی
ملی، جب ہم لوگ کھانا کھا کر فارغ ہوگیے تو علی بن جعدؒ نے کہا کہ لاؤ کیا ہے؟ پھر
جو احادیث ہم نے لکھی تھیں، ان سب کو زبانی بیان کردیا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن رافع قشیری نیساپوریؒ کے متعلق جعفر بن احمد کا بیان ہے کہ
میں نے محدثین میں ان سے زیادہ باہیبت کسی کو نہیں دیکھا، ان کا حلقۂ درس ان کے
گھر میں صنوبر کے درخت کے نیچے ہوا کرتا تھا اور علماء ان کے سامنے حسب مراتب
بیٹھتے تھے، امیر طاہر کی اولاد بھی اپنے حشم وخدم کے ساتھ اس میں شریک ہوتی تھی اور

سب پر اس طرح خاموشی طاری ہوتی تھی جیسے ان کے سروں پر پرند بیٹھا ہوا ہے، آپ خود کتاب لے کر پڑھتے تھے، کسی کو بولنے کی مجال نہیں ہوتی تھی، اور نہ کوئی شخص مسکرا سکتا تھا، اگر کوئی بلا وجہ بولتا تو مجلس سے اٹھ جاتے تھے۔ (۱۲۰)

ابو الحسن علی بن احمد طبیب بغدادی علمِ طب اور ادب میں مشہور تھے، دنیاوی اعتبار سے بھی صاحبِ عزت وجاہ تھے، اور لوگ ان کے گھر پر آکر ان سے پڑھتے تھے۔

قاضی القضاۃ بدر الدین ابوعبد اللہ کنانی حموی شافعیؒ قاضی اور محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ زبردست خطیب اور انشاء پرداز تھے، مناصبِ جلیلہ پر فائز تھے، مصر میں جامعِ ناصری کے پاس ان کا مکان تھا، جس میں حدیث کا درس ہوا کرتا تھا، اور محدثین کی جماعت سماع واجازت کے لیے حاضر ہوتی تھی، چناں چہ صلاح الدین صفدیؒ نے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ اسی گھر میں آپ سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ (۱۲۱)

امام ابوعبید اللہ محمد بن عمران مرزبانیؒ محدث اور اخباری وادیب تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، ان کے اساتذہ اور شیوخ ان کے مکان پر آتے اور وہ ان سے تعلیم حاصل کرتے، اور ان کو معلومات بھی بہم پہونچاتے، اس طرح گویا علمی تذکرہ ہوا کرتا تھا۔

صلاح الدین صفدیؒ نے لکھا ہے:

’’ان کے اساتذہ ان کے گھر پر جاتے اور وہ ان کو احادیث سناتے اور ان سے احادیث سنتے‘‘۔

طلبہ کے لیے لحاف کا انتظام

آپ کے مکان پر ہمیشہ اربابِ علم وفن اور اہل کمال کی جماعت رہا کرتی تھی، اور اس کی شب باشی کے لیے لحاف اور بستر وغیرہ کا مکمل انتظام رہتا تھا، صفدی نے لکھا ہے:

’’ان کے پاس پچاس عدد لحاف اور بستر تھے، یہ ان اہل علم کے لیے تیار رکھے جاتے تھے، جو ان کے یہاں رات کو رہتے تھے‘‘۔ (۱۲۲)

جب عضد الدولہ ان کے گھر کے سامنے سے گذرتا تو دروازے پر کھڑا ہو جاتا، یہاں تک کہ آپ باہر آتے، تو سلام کر کے آگے بڑھتا۔

ابوعبد اللہ محمد بن نعمان، ابن معلم کے لقب سے مشہور ہیں شیعوں کے فرقہ امامیہ کے شیخ تھے، اپنے مذہب کی کئی کتابوں کے مصنف تھے، وہ اپنے گھر میں بحث ومناظرہ کی مجلس منعقد کیا کرتے تھے، جس میں بغداد کے ہر مکتب خیال کے علماء جمع ہوتے تھے۔

ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

’’ابن معلم کے مکان واقع ’’دربہ ریاح‘‘ میں بحث ومباحثہ کی مجلس منعقد ہوا کرتی تھی، جس میں تمام علماء حاضر ہوتے تھے‘‘۔

امام ابویوسف یعقوب بن شیبہ بصریؒ مکی محدث وفقیہ تھے، علی بن عاصم، یزید بن ہارون اور عفان بن مسلم وغیرہ سے حدیث پڑھی تھی، آپ نے ’’مسند معلل‘‘ لکھی تھی، جو مکمل نہ ہو سکی، اس مسند کی تالیف کے سلسلہ میں ان کا گھر دار العلماء بنا رہتا تھا، جو لوگ اس مسند کی تبییض پر مقرر تھے، ان کے واسطے گھر میں چالیس لحاف رہتے تھے،

ناکمل رہنے کے باوجود اس مسند پر ان کو دس ہزار دینار خرچ کرنے پڑے تھے، مصر میں صرف مسند ابوہریرہ کا نسخہ دیکھا گیا تھا، جو دو اجزاء میں تھے، محدث ازہری کا بیان ہے:

"مجھے خبر ملی ہے کہ یعقوب کے گھر میں چالیس لحاف تھے، جن کو انھوں نے وارقین کے لیے خاص طور سے رکھا تھا، جو مسند کی تبییض اور نقل کے لیے مستقل طور سے رہتے تھے، اور مسند کی تکمیل پر دس ہزار دینار صرف کیے"۔

علمائے سلف کے گھر صرف دارالعلوم ہی نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ وہ بڑی بڑی علمی اکاڈمیاں اور دائرۃ المعارف بھی ہوا کرتے، جن میں تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا تھا، اور ان میں بہت سے علماء مشغول رہتے تھے، جن کے قیام و طعام کا انتظام صاحب خانہ کی طرف سے کیا جاتا تھا۔

ابوعمرو احمد بن مبارک زاہد مستملی نیساپوریؒ نے چھپن سال تک علماء اور مشائخ کی مجلس درس میں املا کرایا ہے اور ان کی آواز کو طلباء تک پہونچا کر احادیث لکھوائی ہیں، وہ ایک مرتبہ امام وقت ابوعثمان سعید بن اسماعیل کے مکان پر اس حالت میں گیے کہ ان کے بدن پر پھٹے پرانے کپڑے تھے، ان کا یہ حال دیکھ کر ابوعثمان رو دئے، اس کے بعد مجلس درس منعقد ہوئی، اور اس کے برخواست ہونے کے وقت ابوعثمان رو کر اہل مجلس سے کہنے لگے کہ آج ایک شیخ میرے یہاں آئے، جن کا بُرا حال دیکھ کر میرا دل پریشان ہو گیا ہے، اگر اس جگہ ان کا نام لینا خلاف ادب نہ ہوتا، تو میں ان کا نام لیتا۔

"یہ سن کر لوگ انگوٹھیاں، پیسے اور کپڑے ابوعثمان کے سامنے ڈالنے لگے"۔

یہ حال دیکھ شیخ ابوبکر مستملی مجمع کے سامنے کھڑے ہو گیے اور کہنے لگے کہ میں ہی وہ شخص ہوں، جس کی بدحالی کا ذکر ابوعثمان نے ابھی بیان کیا ہے، اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ کسی دوسرے پر اس کا شبہ ہو جائے گا، اور شبہ کرنے والا غلطی کرے گا، تو یقیناً میں اس چیز کو چھپائے رکھتا، جسے اللہ تعالیٰ نے چھپایا ہے، یہ کہہ کر ابوبکر مستملی نے تمام عطیات لے لیے اور جامع مسجد کا رخ کیا اور جب اس کے دروازے پر پہونچے، تو سب کچھ فقراء اور مساکین کو دے دیا۔

حافظ حدیث ابوبکر محمد بن نصر جارودیؒ شیخ وقت تھے، ان کا خاندان علمائے احناف کا مرکز تھا، امام محمد بن یحیٰ ذہلی اپنی جلالت شان کے باوجود تصنیف و تالیف میں عبارت و عربیت میں ان سے مدد لیتے تھے، اور ان کے گھر ہی پر رات گذارتے تھے۔

امام قاضی ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل محاملی بغدادیؒ ساٹھ سال تک کوفہ کے قاضی تھے، حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کی مجلس درس و املاء میں دس دس ہزار طالب علم جمع ہوتے تھے، قضاء سے مستعفی ہو کر اپنے گھر میں فقہ کی مجلس درس قائم کی، جس میں اربابِ علم و نظر بڑی تعداد میں آتے تھے۔

امام محاملی کا گھر اہل علم و فضل و کمال کا مرکز تھا، ابن جمیع غسانی کا بیان ہے کہ محاملی کے یہاں امام سفیان بن عیینہ کے ستر شاگرد رہا کرتے تھے۔ (۱۲۳)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں سفر، حضر اور راستے میں

صحابۂ کرام عام طور سے فرصت کے اوقات باہر نکل جاتے اور راستوں میں بیٹھ کر باہمی علمی مذاکرہ اور دین کی باتیں کرتے، عام گذرگاہوں اور راستوں میں اس قسم کی علمی مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، اور فرصت کے اوقات، ان شاہراہوں کی درس گاہوں میں گذرتے تھے۔

حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے:

"ہم لوگ صحنوں میں بیٹھ کر حدیثیں بیان کرتے تھے"۔

ایک مرتبہ اتفاق سے ادھر سے رسول اللہ ﷺ کا گذر ہوا تو آپؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

"تم لوگ کھلی اور بلند جگہوں پر کیوں بیٹھتے ہو؟ آئندہ سے ان مجلسوں سے بچا کرو"۔

ابوطلحہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم یہاں بیکار نہیں بیٹھے ہیں، اور نہ یہاں بیٹھنے سے آنے جانے والوں کا کوئی نقصان ہے بلکہ "ہم لوگ یہاں بیٹھ کر دینی مذاکرہ اور احادیث سے شغل رکھتے ہیں"۔

راستوں کے حقوق

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو پھر ان راستوں کے حقوق بھی ادا کیا کرو اور وہ

حقوق یہ ہیں: (۱) نظر نیچی رکھنا (۲) سلام کا جواب دینا (۳) اور اچھی گفتگو کرنا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"خبردار تم لوگ راستوں پر نہ بیٹھا کرو"۔

آپ کی فہمائش کا احترام کرتے ہوئے صحابہ کرام نے عام راستوں کی ان مجلسوں کی علمی افادیت کو ان الفاظ میں ظاہر کیا:

"یا رسول اللہ! ہمیں آپس میں فرصت سے بیٹھ کر حدیثیں بیان کرنے کے لیے ضروری ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم لوگوں کو ان مجلسوں میں بیٹھنا ہی ہے، تو اس کے حقوق ادا کیا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے حقوق کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا (۱) نظر نیچی رکھنا (۲) اذیت دینے سے رکنا (۳) سلام کا جواب دینا (۴) اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ (۱۲۴)

نیز رسول اللہ ﷺ نے چلتے پھرتے سفر میں حضر میں اسلام کی دعوت اور تعلیم عام فرمائی ہے، اور چلتے پھرتے صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ کے مذاکرے ہوا کرتے تھے، آگے چل کر مسلمانوں نے راستوں اور گلی کوچوں کو دارالعلوم بنایا، اور علم دین کی گونج سے ویرانوں اور صحراؤں کو بھر دیا، اس سلسلہ کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہ متوفی ۱۰۵ھ کا

واقعہ حضرت ایوبؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عکرمہ سے ملنے کے لیے مستقل سفر کا ارادہ کیا، مگر اتفاق سے وہ مجھے بصرہ کے بازار میں اس طرح ملے کہ گدھے پر سوار تھے، لوگوں نے بتایا کہ یہی عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے ان کے گرد لوگوں کا مجمع ہو گیا، میں کچھ سوالات کرنے کے لیے کھڑا ہوا مگر مارے رعب وداب کے کچھ نہ پوچھ سکا، اور ہر بات میرے ذہن سے نکل گئی، آخر میں ان کے گدھے کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور لوگ ان سے علمی و دینی سوالات کرتے جاتے تھے اور میں ان کے جوابات یاد کرتا جاتا تھا۔ (۱۲۵)

چلتے ہوئے حصول علم

مشہور تابعی امام حضرت ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان مدنیؒ امام حدیث وفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ شعر اور حساب وغیرہ کے بھی زبردست عالم تھے، جب وہ گھر سے چلتے تو سینکڑوں آدمی ان کے پیچھے پیچھے چلتے اور راستہ میں طرح طرح کے علمی سوالات کرتے، میں نے ان کے پیچھے چلنے والے تین سو آدمی دیکھے ہیں جو فقہ وشاعری اور دوسرے علوم کے طالب علم تھے۔

امام ابو امیہ عمرو بن حارث مصریؒ امام مالکؒ اور لیث بن سعدؒ کے استاذ ہیں، جوانی ہی میں فتویٰ دینے لگے تھے، حافظہ میں یکتائے روزگار تھے، جب وہ گھر سے نکلتے تو راستہ میں لوگ صف بہ صف کھڑے ملتے جو قرآن، حدیث، فقہ، اشعار، عربیت، اور حساب کے مسائل کو دریافت کرتے۔

سعد ابن ابی مریم اپنے ماموں کی زبانی ان کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

جب امام عمرو بن حارث مصریؒ گھر سے نکلتے تو ہم صف در صف آدمیوں کو دیکھتے جو ان سے قرآن، حدیث، فقہ، شعر، عربی ادب اور حساب کے بارے میں سوالات کرتے تھے"۔

دینی و علمی سفر

امام بخاریؒ نے بچپن میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی تصانیف کو زبانی یاد کیا، اور اپنے شہر کے شیوخ سے روایت کرنے کے بعد ۲۱۰ھ میں اپنی ماں اور بہن کے ساتھ طلب حدیث کے لیے سفر کیا اور بلخ، بغداد، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام، عسقلان، حمص، اور دمشق جا کر وہاں کے شیوخ سے تحصیل علم فرمایا، اسی دوران سفر میں راستہ چلتے قیام فرماتے اور تعلیم حاصل کرتے، تصنیف وتالیف کا کام بھی کرتے تھے جبکہ ابھی ریکھ بھی نہیں اٹھ رہی تھی اور چہرے پر بچپن کھیل رہا تھا، امام بخاریؒ کا بیان ہے:

"جب میں نے ۲۱۸ھ میں سفر کیا تو صحابہ وتابعین کے قضایا اور اقوال کو مرتب و مدون کرنے لگا، یہ عبیداللہ بن موسیٰ کی امارت کا زمانہ تھا، ان ہی دنوں میں نے اپنی تاریخ چاندنی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کے مزار مقدس کے پاس لکھنی شروع کی تھی"۔

دل چسپ واقعہ

راستہ چلتے پھرتے تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں ذیل کا واقعہ بہت ہی معنی خیز ہے، اور اس میں اس طرح کی علمی سرگرمی اور ذوق وشوق کی افادیت ظاہر ہے،

حافظ ابو العباس محمد بن یونس کدیمی بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور ابن مدینیؒ اور شاذ کونیؒ تینوں آدمی سیر و تفریح اور ہوا خوری کے لیے باہر نکلے، امیر شہر نے کسی مصلحت سے اس طرح نکلنے سے منع کیا تھا، ہم جوں ہی ایک جگہ بیٹھے، اس نے آکر ہمیں پکڑ لیا اور چوں کہ میں ان سب میں چھوٹا تھا، اس لیے میں نے کہا: پہلے آپ مجھ سے سنئے، پھر میں نے اپنے شیخ امام حمیدیؒ کی سند سے یہ حدیث سنائی:

''تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا''

یہ حدیث سن کر امیر نے کہا: اس کو دوبارہ بیان کرو، جب میں نے دوبارہ بیان کیا تو اس نے کہا کہ اس قسم کی حدیث یاد کر کے تفریح کے لیے نکلتے ہو؟ اور کوئی تعرض نہیں کیا۔

قوتِ حافظہ

امام ترمذیؒ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ کی احادیث سے دو اجزاء لکھے تھے، ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں تھا کہ ان کو پا گیا، میرے خیال میں تھا کہ یہ دونوں اجزاء میرے پاس موجود ہیں، میں نے ان سے گذارش کی کہ ان احادیث کو آپ مجھ سے بیان کر دیجئے تا کہ آپ سے براہِ راست روایت ثابت ہو جائے، انھوں نے میرے گذارش منظور کر لی، اور احادیث کے الفاظ کو مجھے سنانا شروع کیا، چونکہ وہ دونوں اجزاء میرے پاس نہیں تھے، اس لیے میں نے اپنی بیاض سے دو اجزاء ہاتھ میں لے کر ان میں دیکھنا شروع کیا، جب انھوں نے دیکھا کہ اس طرح یہ شخص میرے حافظہ کا امتحان لے رہا ہے تو فرمایا کہ تمہیں مجھ سے شرم نہیں آتی؟

اس پر میں نے اپنی تمام بات ان سے بیان کر دی اور کہا کہ میں ان تمام احادیث کو زبانی یاد رکھتا ہوں، انھوں نے فرمایا: اچھا ان کو سناؤ، میں نے سنا دیا مگر انھوں نے تصدیق نہیں کی اور سمجھا کہ میں ان ہی کتابوں سے پڑھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے علاوہ احادیث بیان کر کے پھر ابھی مجھ سے سن لیجئے، اس پر انھوں نے چالیس نئی حدیثیں بیان کیں، اور کہا کہ ان کو سناؤ، میں نے ان سب کو بغیر کسی ایک حرف کی غلطی کے سنا دیا۔

راہ چلتے تبلیغ دین

امام حافظ حدیث ابو العباس محمد بن اسحاق نیساپوری کا لقب سراج تھا، آپ بڑے رعب وجلال کے بزرگ تھے، علم حدیث کے بحرِ ذخار تھے، راستوں گلی کوچوں میں اس طرح دینی تعلیم پھیلاتے تھے کہ آپ جب سوار ہو کر نکلتے تو آپ کے مستملی عباس ساتھ ہوتے، اور راستہ بھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتے اور عباس کو غیر شرعی امور مٹانے کا حکم دیتے۔

ابو عمر بن نجید کا بیان ہے:

''میں نے امام سراج کو دیکھا ہے کہ وہ سوار ہو کر نکلتے اور مستملی عباس ان کے سامنے چلتے، آپ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتے اور کہتے کہ اے عباس! اسے یوں بدل دو، اسے توڑ دو''۔

حافظ الحدیث امام ابو عبداللہ محمد بن مسیب ارغیانی نیساپوریؒ کا خط بہت باریک ہوتا

تھا، اور تھوڑے کاغذ میں بہت سی احادیث لکھ لیا کرتے تھے، آپ نے دنیائے اسلام
کے ہر بڑے شہر میں گھوم گھوم کر حدیث کا سماع کیا ہے، مصر کی گلی، کوچوں میں چلتے
تھے، تو ان کی آستین میں احادیث کے سینکڑوں اجزاء ہوا کرتے تھے، خود امام ارغیانی
کا بیان ہے:

''میں مصر میں چلتا تھا تو ایک سو اجزاء میری آستین میں ہوا کرتے تھے، اور ہر جز
میں ایک ہزار احادیث لکھی ہوتی تھیں''۔

راوی ابو علی کا بیان ہے:

''محمد بن میتب مصر میں چلتے تو ان کی آستین میں ایک لاکھ احادیث ہوا کرتی
تھیں، ان کا خط بہت باریک تھا، اور وہ اس معاملہ میں خاص شہرت رکھتے تھے''۔

ابو اسحاق بن حمزہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اور ابن جعانی دونوں صاعد کے یہاں
سے نکل کر چلے، میں نے راستہ میں ابن جعانی سے کہا کہ اے ابو بکر! کیا چیز امام ثوریؒ
نے منصور کی سند سے بیان کی ہے، یہ سن کر ابن جعانی رجالِ حدیث کے تراجم بیان
کرنے میں لگ گیے، میں ان کو مصر سے شام، شام سے عراق اور عراق سے خراسان
کے رجال ورواۃِ حدیث کے بارے میں سوالات کرتا رہا اور وہ جواب دیتے رہے،
پھر میں نے کہا کہ کیا چیز امام اعمش نے ابو صالح سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ
اور ابو سعید سے مشترک سند کے ساتھ بیان کی ہے، اس پر ابن جعانی نے دس سے
زائد حدیثیں بیان کردیں، ان کا حافظہ دیکھ کر میں حیرت میں پڑ گیا۔

امام ابو بکر احمد بن محمد مروزیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے اجلۂ تلامذہ میں سے ہیں، اسلام
کی طرف سے مدافعت ان کی علمی زندگی کا امتیاز تھا، خلاّل راوی کا بیان ہے کہ
ایک مرتبہ امام مروزیؒ جہاد کی نیت سے بغداد سے چلے، تو لوگوں نے ان کو مقام
سامرا تک پہونچایا، آپ لوگوں کو روکتے تھے، مگر لوگ نہیں مانتے تھے، ساتھ جانے
والوں کا تخمینہ لگایا گیا تو ان کی تعداد پچاس ہزار نکلی۔ (۱۲۶)

ابو محمد یحیٰ بن مبارک یزیدیؒ کا بیان ہے کہ ایک دن صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں چکر
کاٹ رہا تھا کہ مجھے یاسین الزیات ملے، اور کہا کہ ابو محمد! رات میرے دماغ میں
ایک بات گھومتی رہی، جس کی وجہ سے میں پوری رات نہ سوسکا، اور رات بھر یہی سوچتا
رہا کہ صبح ہوتے ہی آپ سے مل کر اس مسئلہ کو حل کروں گا، اس کے بعد ابو محمد نے علم نحو
کا ایک مسئلہ دریافت کیا، اور یاسین الزیات نے کھڑے کھڑے حل فرمادیا۔ (۱۲۷)

امام حافظ حدیث ابو یعلیٰ احمد بن علی صاحبِ مسندِ کبیر کی موت کے دن شہر کے
بازار بند کردیئے گیے تھے، اور ان کے جنازہ میں بے شمار انسان شریک ہوئے، یزید
ابن محمد ازدی کا بیان ہے:

''امام ابو یعلیٰ کی وفات کے دن شہر کے اکثر بازار بند کردیئے گیے اور جم غفیر ان
کے جنازہ میں شریک ہوا''۔ (۱۲۸)

یہ تو ایک مثال ہے، ورنہ علمائے اسلام اور ائمہ دین کے وصال پر مسلمانوں کے گلی
کوچے اور بازار پر علم وفضل کا سکوت طاری ہوا ہے، جس سے ان میں ان کی علمی

صدائیں زار و قطار روئی ہیں۔

امام ابو الحسین محمد بن محمد حجاجی نیساپوریؒ بڑھاپے میں شدت احتیاط کی وجہ سے احادیث کی روایت سے پرہیز کرنے لگے، مگر جب اسی سال کی عمر ہوگئی، تو محدثین نے رات دن ان کی خدمت میں حاضر باش رہ کر وہ کتاب العلل سنی، یہ کتاب اسی جلدوں سے زائد میں تھی، محدثین کا بیان ہے:

''جب آپ اسی سال کے ہوگئے تو ہمارے دوستوں نے رات دن ان کی خدمت میں رہ کر ان کی کتاب العلل کا سماع کیا جو اسی جلدوں سے زائد میں تھی، نیز ان سے اساتذہ نے ان کی ساری تصنیفات کا ان سے سماع کیا۔

خود حاکم اپنی نسبت بیان کرتے ہیں:

''میں بیس سال سے زائد تک رات دن ان کی خدمت میں رہا ہوں، اس مدت میں میرے علم میں فرشتے نے ان کا کوئی گناہ نہیں لکھا''۔

امام ابو احمد حسین بن علی حسنیک نیساپوری کے متعلق حاکم کا بیان ہے:

''میں سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہا مگر میں نے تقریباً تیس سال سے ان کی نماز تہجد فوت ہوتے نہیں دیکھی، وہ ہر رات قرآن کا ساتواں حصہ پڑھتے تھے''۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عباس ہرویؒ ابن ابی ذہل کی کنیت سے مشہور ہیں، ان کے متعلق بس حاکم کا بیان ہے:

''میں سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہا ہوں، میں نے ان سے بہتر وضو کرنے والا اور

نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا، اور نہ ہی اپنے مشائخ میں ان سے بہتر گریہ وزاری اور دعا کرنے والا دیکھا''۔

راستوں میں چلتے پھرتے، سفر و حضر میں آتے جاتے، مسلمانوں کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کی یہ چند مثالیں ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

وصلى الله على النبى الكريم وآله و صحبه

أجمعين

حاشیہ

(۱) طبقات ابن سعد و اسعاف البطاء فی رجال المؤطا ۱۸۴ (۲) معجم کبیر طبرانی بحوالہ جمع الفوائد ج۲ص ۲۸ (۳) وفاء الوفاء ج۲ص ۵۵ (۴) ابوداؤد ج اص ۸۷ (۵) جامع بیان العلم ج۲ص ۶ (۶) وفاء الوفاج اص ۱۷۹ (۷) مجموعہ صحیفہ قلمی ۶۴۴ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ از ۱۸۳ تا ۱۸۴ (۸) جامع بیان العلم ج ا ص ۱۲۴ (۹) تاریخ مکہ سباعی (۱۰) نکت الہمیان ص ۱۹۹ (۱۱) طبقات ابن سعد ج ۵ص ۱۴۰ (۱۲) ابن خلکان ذکر ربیعہ رائی (۱۳) الاخلاق والواجبات الشیخ عبدالقادر مغربی ص ۸ (۱۴) ان کے مفصل حالات اور حوالہ جات کے لیے کتب تاریخ ورجال میں ان کے تذکرے ملاحظہ ہوں (۱۵) تذکرۃ الحفاظ ج ا اول ذکر معاذ بن جبل، (۱۶) تذکرۃ الحفاظ ج اص ۱۰۴ (۱۷) کتاب الانساب طبع یورپ ورق ۳۵۴ (۱۸) تاریخ جرجان طبع حیدرآباد ص ۱۰۸ (۱۹) تاریخ جرجان طبع حیدرآباد (۲۰) نکت الہمیان فی نکت العمیان طبع مصر ص ۸۸ (۲۱) نکت الہمیان فی نکت العمیان طبع مصر ص ۱۹۵ (۲۲) نکت الہمیان فی نکت العمیان طبع مصر ص ۳۰۲ (۲۳) المنتظم ج ۵ص ۶۸ (۲۴) المنتظم ج ۷ص ۳۲ (۲۵) المنتظم ج ۷ص ۱۹۶ (۲۶) المنتظم ج ۸ص ۵ (۲۷) مسالک الممالک طبع یورپ ص ۲۶۵ (۲۸) مسالک الممالک طبع یورپ ص ۲۷۸ (۲۹) احسن التقاسیم طبع یورپ ص ۱۶۷ (۳۰) احسن التقاسیم طبع یورپ ص ۱۶۷ (۳۱) احسن التقاسیم طبع یورپ ص ۱۷۹ (۳۲) احسن التقاسیم ص ۱۹۷

(۳۳) احسن التقاسیم ص ۱۹۹ (۳۴) احسن التقاسیم ۲۰۵ (۳۵) احسن التقاسیم ص ۲۰۵ (۳۶) احسن التقاسیم ص ۳۲۸ (۳۷) احسن التقاسیم ص ۳۱۰ (۳۸) .... (۳۹) احسن التقاسیم ص ۴۳۰ (۴۰) احسن التقاسیم ص ۴۳۹ (۴۱) احسن التقاسیم ص ۱۳۰ (۴۲) مسالک الممالک طبع یورپ ص ۲۶۵ (۴۳) مسالک الممالک طبع یورپ ص ۲۷۸ (۴۴) مسالک الممالک طبع یورپ ص ۲۴۱ (۴۵) احسن التقاسیم ص ۱۴۱ (۴۶) المنتظم ج ۷ص ۸۹ (۴۷) المنتظم ج ۷ص ۱۳۵ (۴۸) المنتظم ج ۵ص ۸۴ (۴۹) المنتظم ج ۸ص ۱۷۱ (۵۰) المنتظم ج ۸ص ۱۲۹ (۵۱) المنتظم ج ۵ص ۲۷۴ (۵۲) المنتظم ج ۵ص ۱۷۱ (۵۳) ذیل طبقات الحنابلہ ج اص ۲۰۶ (۵۴) نکت الہمیان ص ۲۷۹ (۵۵) نکت الہمیان ص ۲۴۶ (۵۶) تاریخ جرجان ص ۱۶ (۵۷) حوالہ کے لیے تاریخ جرجان میں ان حضرات کے تذکرے ملاحظہ ہوں (۵۸) المنتظم ابن جوزی ج ۵ص ۶ (۵۹) المنتظم ص ۶۰ (۶۰) المنتظم ج ۷ص ۱۳۴ (۶۱) المنتظم ج ۷ص ۵۶ (۶۲) المنتظم ج ۷ص ۱۷۶ (۶۳) المنتظم ج ۷ص ۱۹۷ (۶۴) المنتظم ص ۲۷۵ (۶۵) المنتظم ج ۷ص ۲۷۷ (۶۶) المنتظم ج ۸ص ۱۳۔

(۶۷) سیرت ابن ہشام ج اص ۳۳۸ (۶۸) المنتقی ابن جارود ۲۷۲ (۶۹) السنن الکبریٰ بیہقی کتاب البیوع ج ۵ص ۲۷۱ (۷۰) السنن الکبریٰ بیہقی کتاب البیوع ج ۵ ص ۲۸۴ (۷۱) السنن الکبریٰ بیہقی ج ۵ص ۵۶۶ (۷۲) المنتقی ابن جارود ۲۷۲ (۷۳) جامع بیان العلم ج اص ۱۵ (۷۴) موطا امام مالک بحوالہ ریاض الصالحین

(۷۵) تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۲۹ طبع قدیم ذکر ابو ہریرہ (۷۶) الاستیعاب ج۲ص
۷۶۲ (۷۷) الاستیعاب ج ۲ص ۲۶۱ (۷۸) الاستیعاب ج ۲ص ۶۱۱ (۷۹)
تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۴۸ (۸۰) المنتظم ۷ ص ۱۳۳ (۸۱) تذکرۃ الحفاظ
ج۳ص ۷۷ (۸۲) تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۵۰ (۸۳) تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۵۰
(۸۴) جامع بیان العلم ج۶ص ۱۴ (۸۵) طبقات ابن سعد ج۲ قسم۲ ص ۱۳۳
(۸۶) تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۱۳۰ (۸۷) تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۱۷۶ (۸۸) تذکرۃ
الحفاظ ج۱ص ۲۷۵ (۸۹) تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۱۳۱ و ۱۳۲ (۹۰) المنتظم ج۵ص
۴۸ (۹۱) تذکرۃ الحفاظ ج۲ص ۴۴ (۹۲) تذکرۃ الحفاظ ج۲ص ۱۷ (۹۳) تذکرۃ
الحفاظ ج۲ص ۲۰۲ (۹۴) تاریخ جرجان ۲۷۰ (۹۵) طبقات الحنابلہ ج۲ص ۸۰
(۹۶) تاریخ جرجان ۳۸۲ (۹۷) تاریخ جرجان ۲۵۷ (۹۸) تاریخ جرجان
۱۷ (۹۹) تاریخ جرجان ۱۷ (۱۰۰) المنتظم ج۷ص ۱۳۳ (۱۰۱) المنتظم ج۷ص
۲ (۱۰۲) المنتظم ج۷ص ۱۹۷ (۱۰۳) المنتظم ج۷ص ۱۴۰ (۱۰۴) تذکرہ الحفاظ
ج۴ص ۳۱۰ (۱۰۵) تاریخ جرجان ۳۴۶ (۱۰۶) نکت الہمیان ۲۲۰ (۱۰۷)
.... (۱۰۸) نکت الہمیان ۱۴۷ (۱۰۹) کتاب الانساب سمعانی ص ۱۷۸ (۱۱۰)
طبقات الکبریٰ شعرانی ج۲ص ۱۳۵ (۱۱۱).... (۱۱۲) ان کے تذکرہ کے لیے المنتظم
ابن جوزی ملاحظہ ہو۔ (۱۱۳) کتاب الانساب سمعانی ورق ۱۷۴ (۱۱۴) السیرۃ
الحلبیۃ ج۱ص ۳۰۱ (۱۱۵) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المستدرک للحاکم ج۳ص ۵۰۳

(۱۱۶) سیرت ابن ہشام ج۱ص ۳۴۳ (۱۱۷) جمع الفوائد ج۲ص ۲۸ طبع ہند (۱۱۸)
تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۳۵ (۱۱۹) نکت الہمیان ص ۱۸۱ (۱۲۰) ان واقعات کے لیے
تذکرہ الحفاظ میں ان حضرات کے حالات ملاحظہ ہوں نکت الہمیان ص ۲۰۵ و ۲۳۵
(۱۲۱) نکت الہمیان ص (۱۲۲) تذکرۃ الحفاظ ص (۱۲۳) بخاری و مسلم (۱۲۴)
طبقات ابن سعد ج۵ص ۲۸۹ (۱۲۵) ان واقعات کے لیے تذکرۃ الحفاظ میں ان ائمہ
کے حالات ملاحظہ ہوں۔ (۱۲۶) الاشباہ والنظائر ج۳ص ۳۵ (۱۲۷) تذکرۃ الحفاظ

ماخذ ومراجع

(۱) بخاری

(۲) مسلم

(۳) اسعاف البطاء فی رجال المؤطا

(۴) معجم کبیر طبرانی

(۵) وفاء الوفاء

(۶) ابوداؤد

(۷) جامع بیان العلم

(۸) مجموعہ صحیفہ قلمی ۶۴۴ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ

(۹) تاریخ مکہ سباعی

(۱۰) نکت الہمیان

(۱۱) طبقات ابن سعد

(۱۲) ابن خلکان

(۱۳) الاخلاق والواجبات

(۱۴) تذکرۃ الحفاظ

(۱۵) کتاب الانساب

(۱۶) المنتظم

(۱۷) مسالک الممالک

(۱۸) احسن التقاسیم

(۱۹) سیرت ابن ہشام

(۲۰) المنتقیٰ ابن جارود

(۲۱) السنن الکبریٰ بیہقی

(۲۲) ذیل طبقات الحنابلہ

(۲۳) المستدرک للحاکم

(۲۴) الاستیعاب

(۲۵) طبقات الکبریٰ شعرانی

(۲۶) جمع الفوائد

(۲۷) الاشباہ والنظائر